

فہرست

5	پیش لفظ.....
6	مقدمہ.....
11	نیت کی فرضیت.....
13	وضو کا طریقہ.....
15	کانوں کا مسح.....
17	وضو میں جرابوں پر مسح.....
18	مفہوم.....
19	مزید معلومات.....
20	تنبیہ.....
21	اول وقت نماز کی فضیلت.....
23	نماز ظہر کا وقت.....
25	نماز عصر کا وقت.....
27	نماز فجر کا وقت.....
29	اذان و اقامت کا مسنون طریقہ.....
32	لباس کا طریقہ.....
34	سینے پر ہاتھ باندھنا.....
37	دعائے استفتاح.....
39	بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنا.....
41	نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا.....
44	فاتحہ خلف الامام.....
46	آمین بالجہر.....
48	رفع الیدین قبل الركوع وبعده.....

4 ہدیۃ المسلمین

- 51 جلسہ استراحت
- 53..... تشہد میں التحیات پڑھنا فرض ہے
- 55..... نماز میں درود ابراہیمی
- 56..... درود کے بعد اشارہ کرنا
- 58..... دعا میں منہ پر ہاتھ پھیرنا
- 60..... نفل نمازیں
- 62..... صبح کی دو سنتیں
- 64..... نماز میں مسنون قراءت
- 66..... تعداد رکعات وتر
- 68..... وتر کا طریقہ
- 70..... دعائے قنوت
- 72..... قیام رمضان
- 74..... تکبیرات عیدین
- 76..... مسافت سفر
- 78..... مدت قصر
- 80..... جمع بین الصلاتین
- 82..... صلوٰۃ استسقاء
- 83..... صلوٰۃ التسلیح
- 85..... سورج اور چاند گرہن کی نمازیں
- 86..... سجدہ سہو
- 88..... صف کے پیچھے اکیلا نمازی
- 90..... تعدیل ارکان
- 92..... نماز جنازہ کا طریقہ
- 97..... صحیح نماز نبوی
- 115..... نماز کے بعد اذکار



پیش لفظ

مولانا حافظ زبیر علی زئی (حفظہ اللہ) جماعت اہل حدیث کے نامور فاضل، محقق عالم اور کامیاب مناظر ہیں، تحقیق حدیث ان کا خاص موضوع ہے، حمیت حدیث ان کا امتیاز اور صیانت حدیث ان کا مقصد حیات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی بھی اور جہاں کہیں سے بھی حدیث پر حملہ ہو، چاہے وہ انکار کی صورت میں ہو یا ڈورا زکار تاویل کی صورت میں یا لفظی و معنوی تحریف کی صورت میں، موصوف بے قرار ہو جاتے ہیں اور ان کا خارا شگاف قلم حرکت میں آ جاتا ہے۔

چنانچہ مولانا موصوف کی اب تک جتنی بھی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں، وہ سب مذکورہ عموم مساعی ہی کے رد و ابطال میں ہیں اور ان کے جذبہ صیانت و حمایت حدیث کے جذبے کی مظہر ہیں، زیر تبصرہ کتاب بھی جس میں انھوں نے نبی ﷺ کی چالیس مستند حدیثیں مع فوائد و تشریحات جمع کی ہیں، ایک ایسے صاحب کے جواب میں ہے جنھوں نے چالیس حدیثیں ایک کتاب میں جمع کر کے شائع کیں اور ان سے حنفی نماز کو نماز نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی، کیونکہ وہ حدیثیں ضعیف اور صحیح احادیث کے خلاف ہیں۔

مولانا زبیر علی زئی صاحب کی اس مختصر تالیف سے مسنون نماز کے بیشتر مسائل کی توضیح بھی ہو جاتی ہے اور نماز نبوی کو جس طرح مسخ کر کے پیش کیا گیا تھا اس کی نقاب کشائی بھی۔ فجزاہ اللہ عن الإسلام والمسلمین خیر الجزاء

حافظ صلاح الدین یوسف

جامع (مسجد) اہلحدیث مدنی روڈ، مصطفیٰ آباد لاہور [ربیع الاول ۱۴۱۹ھ مطابق جولائی 1988]



مقدمہ

مسلمان کی قرآن و حدیث سے محبت ایک فطری امر ہے، لیکن اس امر کو قرآن و سنت کے مطابق اعمال کے قالب میں ڈھالنا واجب ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور [اس کے] رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔ [محمد: ۳۳]

اور یہ محبت کا تقاضا بھی ہے۔

فرمانِ الہی ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾

آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ خود تم سے محبت کرنے لگے گا۔ [ال عمران: ۳۱]

اللہ تعالیٰ نے ایمان کی کسوٹی اتباعِ رسول ﷺ کو ہی قرار دیا ہے۔

فرمایا:

﴿قَالَ وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تنازعات میں آپ (ﷺ) کو حکم (فیصلہ کرنے والا) تسلیم نہ کر لیں اور

هدية المسلمین

اس فیصلہ پر پوری طرح سہر تسلیم خم کر دیں۔ [النساء: ۶۵]
 افسوس! کہ ہمارے ہاں ایک گروہ کو مسلکی حمیت، شخصیت پرستی، بغض و عناد،
 تقلیدی بندھن اور ہٹ دھرمی نے ان آیات قرآنیہ کو بالائے طاق رکھنے پر مجبور کر دیا ہے۔
 ایک غیر اہل حدیث صاحب فرماتے ہیں:

”الحق والإنصاف أن الترجيح للشافعي في هذه المسئلة ونحن
 مقلدون يجب علينا تقليد إمامنا أبي حنيفة“
 حق اور انصاف یہی ہے کہ اس مسئلہ میں شافعی (مسلک) کو ترجیح دی جائے
 (چونکہ) ہم مقلد ہیں لہذا ہم پر ہمارے امام ابوحنیفہ کی تقلید واجب ہے۔
 [تقریر ترمذی: ص ۳۹]

ایسے ہی ایک بزرگ ”صحیح حدیث“ کا جواب چودہ سال تک سوچتے رہے تھے،
 دیکھئے یہی کتاب (ص ۶۷) شخصیت پرستی و مسلکی حمیت اُن اسباب میں سے ایک سبب
 ہے جو دین سے دور اور گمراہی کے قریب تر کر دیتا ہے اسی لئے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
 فرماتے ہیں:

”أما العالم فإن اهتدى فلا تقلدوه دينكم“
 عالم اگر سیدھے راستے پر بھی ہو تو اس کی تقلید نہ کرو۔ [کتاب الزهد لامام وکیع:
 ۳۰۰/۱، جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر: ۳۶۲/۲ اوسندہ حسن]

زیر نظر کتاب ”ہدیۃ المسلمین“ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی، نماز سے
 متعلقہ مسائل پر جامع اور ایک رہنما تالیف ہے۔ جو کہ ”چالیس حدیثیں از محمد الیاس“ کے
 جواب میں لکھی گئی ہے۔ کیونکہ الیاس صاحب نے ضعیف و غیر صحیح روایات کا سہارا لے کر
 جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور عوام میں یہ تاثر پھیلا یا کہ یہی
 ”طریقہ نماز“ درست ہے جیسا کہ وہ چالیس حدیثیں کے صفحہ ۳۰ پر لکھتے ہیں:
 ”اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مدینہ منورہ کے پاکیزہ ماحول میں لکھی گئی کتاب“

هدية المسلمین

تو عرض ہے کہ جھوٹ، جھوٹ ہی رہتا ہے خواہ مدینہ میں بولا یا لکھا جائے خواہ ہندوستان میں!

بطور نمونہ ایک جھوٹ اور ایک خیانت پیش خدمت ہے:
 جھوٹ: گردن پر مسح کے بارے میں ایک (ضعیف) حدیث لکھنے کے بعد رقم طراز ہیں:

”شرح صحیح بخاری علامہ ابن حجر نے تلخیص الحیبر میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے، علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں بھی ایسا ہی لکھا ہے“ [ص ۶]
 یہ صریح جھوٹ ہے، کیونکہ تلخیص الحیبر کے محولہ صفحہ پر یہ عبارت موجود نہیں ہے بلکہ نیل الاوطار (۱۶۴۱ طبع بیروت) میں تو اس پر جرح بھی موجود ہے۔
 خیانت: کانوں تک رفع الیدین ثابت کرنے کے لئے صحیح مسلم (۱۶۸۱ ج ۳۹۱) سے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث لکھ کر دانستہ وہ حصہ حذف کر دیا جس سے قبل الركوع وبعده رفع الیدین کا ثبوت ملتا ہے۔ [چالیس حدیثیں: ص ۹ ج ۹]
 ﴿اَفْتُوْا مَنْوُنَ بَبْعُضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضِ﴾
 کیا تم کتاب کے بعض حصہ پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔

[البقرہ: ۸۵]

سابقہ اڈیشن: یہ کتاب اپنی افادیت کے پیش نظر اس سے قبل متعدد بار شائع ہو چکی ہے، جس کے ناشر جناب محمد افضل اثری صاحب آف کراچی ہیں۔ لیکن کتاب کے سابقہ اڈیشن میں اثری صاحب نے اپنے نامعلوم مقاصد کے لئے حواشی لکھ کر نہ صرف کتاب کی افادیت و جامعیت کو مشکوک بنانے کی کوشش کی ہے بلکہ واضح مجرمانہ حرکت کے مرتکب بھی ٹھہرے ہیں کیونکہ جب استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی صاحب کو اطلاع ملی کہ اثری صاحب کتاب پر حاشیہ لکھنا چاہتے ہیں تو استاذ محترم نے دو ٹوک الفاظ میں پیغام بھیجا کہ میری کتاب پر قطعاً حاشیہ نگاری نہ کی جائے اگر اثری صاحب کو لکھنے کا اتنا ہی شوق ہے تو اپنی

هدية المسلمین 9

علیحدہ کتاب لکھ لیں۔ لیکن اس کے باوجود انھوں نے حاشیہ لکھ کر کتاب کو شائع کر دیا۔ کتاب کی اشاعت کے بعد فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے بنام ”ناشر“ ہدیۃ المسلمین“ کے حواشی پر تبصرہ“ لکھا تھا جو کہ حاضر خدمت ہے:

حاشیہ ص ۱۲: ”صالح بن محمد الترمذی قال: سمعت أبا مقاتل السمرقندی الخ“

تبصرہ: اس کا راوی صالح بن محمد، مرجئی، دجال من الدجاجلة ہے، یہ شخص خمر (شراب) کو پینا جائز سمجھتا تھا۔ [میزان الاعتدال: ۳۰۰/۲]

اور دوسرا راوی حفص بن مسلم ابو مقاتل السمرقندی بھی سخت مجروح ہے، دیکھئے لسان المیزان (۳۹۳، ۳۹۲/۲)

راقم الحروف نے ”ہدایہ“ کا حوالہ خفیوں و دیوبندیوں اور بریلویوں پر بطور الزام پیش کیا ہے، بطور حجت نہیں، ان کے نزدیک ہدایہ انتہائی مستند کتاب ہے۔

حاشیہ ص ۵۶: ”تین رکعات و تراویح سلام اور ایک تشہد“ الخ تبصرہ: ناشر کے مولہ صفحات میں ایسی کوئی صحیح روایت نہیں جس سے ان کا دعویٰ ثابت ہوتا ہو، سنن نسائی کی ترویج ان کے لیے چنداں مفید نہیں ہے کیونکہ ”یصلی ثلاثاً“ کی تشریح ۱+۲ ہے جیسا کہ اسی روایت کی دوسری سند میں صراحت ہے، والحديث يفسر بعضه بعضاً

حاشیہ ص ۶۲: ”زوائد کبیرات“ الخ تبصرہ: حدیث صحیح کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے یہ رفع الیدین بالکل صحیح ہے۔

حاشیہ ص ۶۶، ۱۰۷، ۱۱۲: ”تحدید مدت سفر برائے قصر نماز“ تبصرہ: ناشر کی تحقیق مشکوک ہے ان کی پیش کردہ روایات کا ان کے دعویٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے

حاشیہ ص ۸۰: ”جواز ہے“

تبصرہ: یہ حاشیہ فضول ہے اسے کاٹ دیں۔
 حاشیہ ص ۹۷ تا ۱۰۶: ”رفع الیدین درزوائد کبیرات عمیدین“
 تبصرہ: ابن انحی الزہری صحاح ستہ کے مرکزی راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں
 لہذا ان کی حدیث صحیح لذاتہ ہے، الزبیدی نے بقیہ کی روایت میں ان کی متابعت کر رکھی ہے۔
 بقیہ صحیح مسلم کے راوی ہیں اور جب سماع کی تصریح کریں تو عند جمہورالمحدثین ثقہ ہیں۔ اس
 حدیث کے عموم سے استدلال امام بیہقی و امام ابن منذر وغیرہما کے نزدیک صحیح ہے۔ ص ۹۷
 پر حافظ ابن حجر کی بات التلخیص الحسیر میں موجود نہیں ہے۔ لہذا یہ اثری صاحب کا وہم ہے،
 راقم الحروف اثری صاحب کے حواشی سے برأت کا اعلان کرتا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

(۱۹۹۹/۱۰/۷ء)

لہذا سابقہ ایڈیشن کو اب کا عدم تصور کیا جائے۔
 جدید ایڈیشن: اس ایڈیشن میں کتاب کے ظاہری و باطنی حسن کو دوبالا کیا گیا ہے اور
 احادیث کو ترتیب کی صورت میں واضح کر دیا گیا ہے، آخر میں مختصر صحیح نماز نبوی ﷺ کے
 اضافے نے کتاب کی جامعیت و افادیت کو مزید چار چاند لگا دیئے ہیں، کتاب مذکورہ لحاظ
 سے ”نماز سے متعلقہ مسائل“ کو محیط ہے۔ واللہ
 اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے استاذ محترم کو عافیت و صحت سے نوازے اور ہر قسم
 کے مصائب و مشکلات سے محفوظ رکھے تاکہ تادیر قرآن و حدیث کی تبلیغ، ترویج اور اشاعت
 کا یہ سلسلہ جاری رہ سکے۔ (آمین)

والسلام

حافظ ندیم ظہیر

مدرسہ اہل الحدیث تربیلہ روڈ حضرو (۲۰۰۴/۸/۵ء)



الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين: أما بعد :
”هدية المسلمين“ في جمع الأربعين من صلوة خاتم النبيين (ﷺ)

نیت کی فرضیت

حدیث نمبر ۱:

((عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه: سمعت ﷺ يقول :

”إنما الأعمال بالنيات الخ))

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:
”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے.....“ الخ

[تحقیق علیہ: صحیح البخاری: ۲۶۱۱، واللفظ له و صحیح مسلم: ۲/۱۳۰۶ ح ۱۹۰۷]

فوائد:

① اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ وضو، غسل جنابت، نماز وغیرہ میں نیت کرنا فرض ہے، اسی پر فقہاء کا اجماع ہے۔

[دیکھئے ”الایضاح عن معانی الصحاح“ لابن ہبیرة ج ۱ ص ۵۶]

سوائے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے، ان کے نزدیک وضو اور غسل جنابت میں نیت واجب

نہیں، سنت ہے۔ [الہدایۃ، مع الدرر الیہ ج ۱ ص ۲۰ کتاب الطہارات]

یہ حنفی فتویٰ درج بالا حدیث اور دیگر دلائل شرعیہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

② یاد رہے کہ نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں، زبان سے نیت کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”نیت دل کے ارادے اور قصد کو کہتے ہیں، قصد و ارادہ کا مقام دل ہے زبان نہیں“ [الفتاویٰ الکبریٰ ج ۱ ص ۱]

اور اسی پر عقل والوں کا اجماع ہے۔ [ایضاً]

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”زبان سے نیت کرنا نہ نبی ﷺ سے ثابت ہے نہ کسی صحابی سے نہ تابعی سے

اور نہ ائمہ اربعہ سے“ [زاد المعاد ج ۱ ص ۲۰۱]

تنبیہ: امام شافعی رحمہ اللہ نماز میں داخل ہونے سے پہلے کہا کرتے تھے کہ: ”بسم اللہ موجهاً لبیت اللہ مؤدباً لفرض اللہ (عزوجل) اللہ کبیر“ (المعجم لابن المقرئ ص ۱۲۱ ج ۳۳۶ و سندہ صحیح، قال: ”أخبرنا ابن خزيمة ثنا الربيع قال: كان الشافعي إذا أراد أن يدخل في الصلوة.....“ إلخ) معلوم ہوا کہ یہ نیت ائمہ ثلاثہ (ابوحنیفہ، مالک اور احمد) سے ثابت نہیں ہے لہذا اس سے اجتناب ہی ضروری ہے۔

زبان سے نیت کی ادائیگی بے اصل ہے۔ یہ کس قدر افسوس ناک عجبہ ہے کہ دل سے نیت کرنا واجب ہے، مگر اس کا درجہ کم کر کے اسے محض سنت قرار دیا گیا جبکہ زبان سے نیت پڑھنا بے اصل ہے مگر اسے ایسا ”مستحب“ بنا دیا گیا جس پر امر واجب کی طرح، پورے شد و مد کے ساتھ عمل کیا جاتا ہے۔

③ کسی عمل کے عند اللہ مقبول ہونے کی تین شرطیں ہیں:

- ۱۔ عامل کا عقیدہ کتاب و سنت اور فہم سلف صالحین کے مطابق ہو۔
- ۲۔ عمل اور طریقہ کار بھی کتاب و سنت کے مطابق ہو۔
- ۳۔ اس عمل کو صرف اللہ کی رضا کے لئے سرانجام دیا جائے۔

وضو کا طریقہ

حدیث: ۲

((عن حمران مولی عثمان أنه رأى عثمان بن عفان دعا ياناء فأفرغ على كفيه ثلاث مرار فغسلهما ثم ادخل يمينه في الإناء فمضمض واستنشر ثم غسل وجهه ثلاثاً ويديه إلى المرفقين ثلاث مرار ، ثم مسح برأسه ثم غسل رجليه ثلاث مرار إلى الكعبين إلخ))

حمران مولی عثمان نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو (وضو کرتے ہوئے) دیکھا: آپ نے برتن منگوا یا، پھر اپنی دونوں ہتھیلیوں پر تین دفعہ پانی بہایا اور ان کو دھویا، پھر اپنا دایاں ہاتھ برتن میں داخل کیا (تین دفعہ) کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر تین دفعہ اپنا چہرہ دھویا، اور تین دفعہ (ہی) دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے پھر آپ نے سر کا مسح کیا، پھر تین دفعہ اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے..... الخ

اور (پھر وضو کی) اس (کیفیت) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔

[صحیح البخاری: ۲۷۱، ۲۸، ۱۵۹، صحیح مسلم: ۱۱۹، ۱۲۰، ۲۲۶]

فوائد:

① وضو کا یہ طریقہ افضل ہے، تاہم اعضا کا ایک ایک یا دو دو دفعہ دھونا بھی جائز ہے۔

[دیکھئے، صحیح البخاری: ۲۷۱/۱۵۷، ۱۵۸]

② وضو میں پورے سر کا مسح مشروع ہے، جیسا کہ درج بالا حدیث اور حدیث عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ [صحیح البخاری: ۳۲۱/۱۹۲]

بعض لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ صرف چوتھائی سر کا مسح فرض ہے، یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، عمامہ والی روایت عمامہ کے ساتھ ہی مختص ہے اس لئے منکرین مسح عمامہ کا اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ دیکھئے حدیث: ۳۰ حاشیہ: ۶

③ وضو کے دوران میں کوئی دعا پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے، امام نسائی کی کتاب عمل الیوم واللیلۃ: ۸۰ کی ایک روایت (الکبریٰ للنسائی: ۲۴۶/۶ ح ۹۹۰۸) میں آیا ہے کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے وضو کیا پس میں نے آپ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا: ((اللهم اغفر لي ذنبي ووسع لي في داري وبارك لي في رزقي))

اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے اور ابو مجلز نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے کچھ بھی نہیں سنا۔ دیکھئے نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار لابن حجر (۲۶۳/۱) وفسال: فی روایة أبي مجلز عن أبي موسى رضي الله عنه ”ففي سماعه من أبي موسى نظر“

دوسرے یہ کہ اس کا تعلق وضو کے بعد سے ہے جیسا کہ مسند احمد (۳۹۹/۴ ح ۱۹۸۰۳) وغیرہ میں صراحت ہے۔



کانوں کا مسح

حدیث: ۳۰

((عن عبد الله بن عباس - وذكر الحديث ، وفيه - ثم قبض

قبضة من الماء ثم نفض يده ثم مسح بها رأسه وأذنيه إلخ))

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے..... پھر آپ نے ایک چلو پانی لے

کر اسے بہایا (پھر) سر اور کانوں کا مسح کیا..... الخ

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (مرفوعاً) بیان کیا ہے۔

[سنن ابی داؤد: ۱۲۰/۱۲۰۱ مجتبیٰ: ج ۱۳۷ حدیث ۱۳۷]

اس کی سند حسن ہے، اسے امام حاکم نے بھی مستدرک (۱۳۷/۱) میں روایت کیا ہے علاوہ

ازیں کتب احادیث میں اس کے متعدد شواہد ہیں۔

فوائد:

- ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سر کے ساتھ کانوں کا مسح بھی کرنا چاہیے۔
- ② صحیح و حسن احادیث میں سر اور کانوں کے مسح کا ذکر ہے لیکن گردن کے مسح کا ذکر نہیں۔
- ③ التلخیص الحجیر (ج ۱ ص ۹۳ ج ۹۸) میں ابوالحسین بن فارس کے جزء سے بلاسند عن فلیح بن سلیمان عن نافع عن ابن عمر منقول ہے:

”أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ بِيَدَيْهِ عَلَىٰ عُنُقِهِ، وَوَقَىٰ

العلل يوم القيامة“

جس نے وضو کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے گردن کا مسح کیا روز قیامت گردن میں طوق پہنائے جانے سے بچ جائے گا۔

اس روایت کو اگرچہ ابن فارس نے: ”هَذَا ان شاء الله حديث صحيح“ کہا ہے، مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تردید کرتے ہوئے لکھا ہے: ”بين ابن فارس و فليح مفاضة، فينظر فيها“ ابن فارس اور فليح کے درمیان وہ بیابان ہے جس میں پانی نہیں ہے، پس اس کی ابن فارس سے فليح تک سند دیکھنی چاہئے (یہ روایت بلا سند ہے چونکہ دین کا دار و مدار اسانید پر ہے لہذا یہ بے سند روایت سخت مردود ہے)

④ ”چالیس حدیثیں“ کے مصنف محمد الیاس صاحب نے یہ جھوٹ لکھا ہے کہ ”حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التلخیص الحجیر میں اس روایت کو صحیح لکھا ہے“۔

⑤ محمد الیاس تقلیدی صاحب نے یہ بھی جھوٹ لکھا ہے: ”علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں بھی ایسا ہی (یعنی اسے صحیح) لکھا ہے“

[چالیس حدیثیں ص: ۶]

حالانکہ نیل الاوطار میں اس پر جرح موجود ہے۔ [ج ۱ ص ۶۲ طبع بیروت لبنان]

⑥ نبی ﷺ نے عمامہ پر مسح کیا ہے (صحیح البخاری ج ۱ ص ۳۳ ج ۲ ص ۲۰۵) اس کے برعکس ہدایہ (ج ۱ ص ۴۴) میں لکھا ہوا ہے کہ عمامہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے (إنسا لله وإنسا إلیہ راجعون) ہدایہ کا یہ فتویٰ صحیح بخاری کی حدیث رسول ﷺ کے مقابلہ میں مردود ہے۔



وضو میں جرابوں پر مسح

حدیث: ۴

((عن ثوبان قال: بعث رسول الله ﷺ سريةً أمرهم أن يمسحوا على العصائب والتساخين))

ثوبان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کی ایک جماعت بھیجی انھیں حکم دیا کہ پگڑیوں اور پاؤں کو گرم کرنے والی اشیاء

(جرابوں اور موزوں) پر مسح کریں۔ [سنن ابی داؤد: ج ۱ ص ۲۱۶ ح ۱۳۶]

اس روایت کی سند صحیح ہے، اسے امام حاکم رحمہ اللہ اور امام ذہبی رحمہ اللہ دونوں نے صحیح کہا ہے (المستدرک والتلخیص ج ۱ ص ۱۶۹ ح ۶۰۲) اس پر امام احمد رحمہ اللہ کی جرح کے جواب کے لئے نصب الراية (ج ۱ ص ۱۶۵) وغیرہ دیکھیں۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: جرابوں پر درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسح کیا ہے۔

”علی بن ابی طالب، ابو مسعود، (ابن مسعود)، براء بن عازب، انس بن مالک

، ابوامامہ اور سہل بن سعد وغیرہم رضی اللہ عنہم“ [سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۲ قبل ح ۱۶۰]

امام ابوداؤد البجستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ومسح علی الجوربین علی بن ابی طالب و أبو مسعود و

البراء بن عازب و أنس بن مالك و أبو أمامة و سهل بن سعد

و عمرو بن حريث، وروي ذلك عن عمر بن الخطاب و ابن عباس“

هدية المسلمین

اور علی بن ابی طالب، ابو مسعود (ابن مسعود) اور براء بن عازب، انس بن مالک، ابوامامہ، سہل بن سعد اور عمرو بن حریش نے جرابوں پر مسح کیا اور عمر بن خطاب اور ابن عباس سے بھی جرابوں پر مسح مروی ہے (رضی اللہ عنہم اجمعین)

[سنن ابی داؤد: ۲۳۶۱ ج ۲ ص ۱۵۹]

صحابہ کرام کے یہ آثار مصنف ابن ابی شیبہ (۱۸۸/۱، ۱۸۹) مصنف عبدالرزاق (۱۹۹/۱، ۲۰۰) محلی ابن حزم (۸۴۲) الکئی للذولابی (۱۸۱/۱) وغیرہ میں باسند موجود ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اثر الاوسط لابن المنذر (ج ۱ ص ۳۶۲) میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ امام ابن قدامہ فرماتے ہیں:

”وَأَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ مَسَحُوا عَلَى الْجَوَارِبِ وَلَمْ يَظْهَرْ لَهُمْ مَخَالَفٌ فِي عَصْرِ هَمَّ فَكَانَ أَجْمَاعًا“
اور چونکہ صحابہ نے جرابوں پر مسح کیا ہے اور ان کے زمانے میں ان کا کوئی مخالف ظاہر نہ ہوا۔

لہذا اس پر اجماع ہے کہ جرابوں پر مسح کرنا صحیح ہے۔ [المغنی: ۱۸۱/۱ مسئلہ ۴۲۶]

صحابہ کے اس اجماع کی تائید میں مرفوع روایات بھی موجود ہیں۔ مثلاً دیکھئے (المستدرک: ج ۱ ص ۱۶۹ ج ۲ ص ۶۰۲) خفین پر مسح متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ جرابیں بھی خفین کی ایک قسم ہے جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ، ابراہیم نخعی اور نافع وغیرہم سے مروی ہے۔ جو لوگ جرابوں پر مسح کے منکر ہیں، ان کے پاس قرآن، حدیث اور اجماع سے ایک بھی صریح دلیل نہیں ہے۔

امام ابن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ نے فرمایا:

”حدثنا محمد بن عبد الوهاب: ثنا جعفر بن عون: ثنا يزيد بن مردانة: ثنا الوليد بن سريع عن عمرو بن حریش قال: رأيت علياً بال ثم توضأ ومسح على الجوربين“

مفہوم:

- ① سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور جرابوں پر مسح کیا۔
[الاوسط ج ۱ ص ۳۶۲ وسندہ صحیح]
 - ② ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ [دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۱۸۸ ج ۱ ص ۱۹۷ وسندہ حسن]
 - ③ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔
[دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۱۸۹ ج ۱ ص ۱۹۸ وسندہ صحیح]
 - ④ عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ [دیکھئے ابن ابی شیبہ ۱۸۹ ج ۱ ص ۱۹۸ وسندہ صحیح]
 - ⑤ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ [دیکھئے ابن ابی شیبہ ۱۸۹ ج ۱ ص ۱۹۹ وسندہ حسن]
- ابن منذر نے کہا کہ امام اسحاق بن راہویہ نے فرمایا:
”صحابہ کا اس مسئلے پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔“ [الاوسط لابن المنذر ۳۶۲، ۳۶۵]
- تقریباً یہی بات ابن حزم نے کہی ہے۔ [المحلی ۸۶۲، مسئلہ نمبر ۲۱۲]
- ابن قدامہ نے کہا: اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔ [المغنی ج ۱ ص ۱۸۱، مسئلہ ۳۲۶]
- معلوم ہوا کہ جرابوں پر مسح کے جائز ہونے کے بارے میں صحابہ کا اجماع ہے
رضی اللہ عنہم اجمعین، اور اجماع شرعی حجت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
”اللہ میری امت کو گمراہی پر کبھی جمع نہیں کرے گا“
[المستدرک للحاکم: ۱۱۶ ج ۱ ص ۳۹۷، ۳۹۸]
- نیز دیکھئے ”ابراء اهل الحديث والقرآن مما في الشواهد من التهمة والبهتان“
ص ۳۲، تصنیف حافظ عبداللہ محدث غازی پوری (متوفی ۱۳۳۷ھ) تلمیذ سید نذیر حسین
محدث الدہلوی رحمہما اللہ تعالیٰ
- مزید معلومات:
- ① ابراہیم انصاری رحمہ اللہ جرابوں پر مسح کرتے تھے۔
[مصنف ابن ابی شیبہ ۱۸۸ ج ۱ ص ۱۹۷ وسندہ صحیح]

- ② سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ [ایضاً ۱۸۹/ج ۱۸۹۹ و سندہ صحیح]
- ③ عطاء بن ابی رباح جرابوں پر مسح کے قائل تھے۔ [المحلی ۸۶/۲]
- معلوم ہوا کہ تابعین کا بھی جرابوں پر مسح کے جواز پر اجماع ہے۔ والحمد للہ
- ① قاضی ابو یوسف جرابوں پر مسح کے قائل تھے۔ [الہدایہ ج ۱ ص ۶۱]
- ② محمد بن الحسن الشیبانی بھی جرابوں پر مسح کا قائل تھا۔ [ایضاً ۶۱/۱ باب لمسح علی الخمین]
- ③ امام ابو حنیفہ پہلے جرابوں پر مسح کے قائل نہیں تھے لیکن بعد میں انھوں نے رجوع کر لیا تھا۔ ”وعنه أنه رجع إلى قولهما وعليه الفتوى“ اور امام صاحب سے مروی ہے کہ: انھوں نے صاحبین کے قول پر رجوع کر لیا تھا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ [الہدایہ: ۶۱/۱]

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سفيان الثوري، ابن المبارك، شافعي، احمد اور اسحاق (بن راهويه) جرابوں پر مسح کے قائل تھے۔ (بشرطیکہ وہ موٹی ہوں) [دیکھئے سنن الترمذی حدیث: ۹۹]

خلاصۃ التحقيق:

سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”باقی رہا صحابہ کا عمل تو ان سے مسح جراب ثابت ہے اور تیرہ صحابہ کرام کے نام صراحت سے معلوم ہیں کہ وہ جراب پر مسح کیا کرتے تھے۔“

[فتاویٰ نذیریہ: ج ۱ ص ۲۳۲]

لہذا سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کا جرابوں پر مسح کے خلاف فتویٰ اجماع

صحابہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

جو رِب: سوت یا اون کے موزوں کو کہتے ہیں۔

[درس ترمذی ج ۱ ص ۳۳۲، تصنیف محمد تقی عثمانی دیوبندی، نیز دیکھئے البنایہ فی شرح الہدایہ للعینی ج ۱ ص ۵۹۷]

امام ابن قدامہ المتقدسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

”ولأن الصحابة رضي الله عنهم مسحوا على الجوارب ولم

يظهر لهم مخالف في عصرهم فكان اجماعاً“

کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جرابوں پر مسح کیا ہے اور ان کے زمانے میں ان کے

اس عمل کی مخالفت بھی نہیں ہوئی، پس یہ (صحابہ کا) اجماع ہے (کہ جرابوں پر

مسح کرنا جائز ہے)

[المغنی ۱۸۱/۱ مسئلہ نمبر ۴۲۶ نیز دیکھئے الاوسط لابن المنذر ۴۶۱/۱، ۴۶۵، المجلد ج ۲ ص ۸۷ وغیرہما]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نحفین (موزوں) جوربین مجلدین اور جوربین مععلین پر مسح کے

قائل تھے مگر جوربین (جرابوں) پر مسح کے قائل نہیں تھے۔ [دیکھئے الہدایہ: ۶۱/۱] مگر بعد میں آپ

نے رجوع کر لیا تھا اور مفتی یہ قول بھی یہی ہے کہ جرابوں پر مسح جائز ہے۔ [الہدایہ: ایضاً]

معلوم ہوا کہ جوربین: نحفین کے علاوہ کو کہتے ہیں۔ صحیح احادیث، اجماع صحابہ، قول

ابی حنیفہ اور مفتی بہ قول کے مقابلہ میں دیوبندی اور بریلوی حضرات کا یہ دعویٰ ہے کہ جرابوں

پر مسح جائز نہیں ہے، اس دعویٰ پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔



اول وقت نماز کی فضیلت

حدیث: ۵

((عن عبد الله بن مسعود قال: سألت رسول الله ﷺ أي العمل أفضل؟ قال: الصلوة في أول وقتها))

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اول وقت نماز پڑھنا“

[صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۹/۱ ح ۳۲۷ صحیح ابن حبان: موارد الظمان: ۲۸۱/۱ ح ۲۸۰]

اسے امام حاکم اور امام ذہبی دونوں نے صحیح کہا ہے۔ [المستدرک وتلخیصہ ج ۱ ص ۱۸۸، ۱۸۹ ح ۶۷۵]

فوائد:

- ① اس صحیح حدیث سے اول وقت نماز پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ صحابی رسول عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہترین اور فضیلت والے عمل کے متعلق دریافت کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول وقت نماز پڑھنے کو افضل عمل قرار دیا۔
- ② اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام ایسے اعمال کی جستجو میں رہتے تھے جو بہترین اور افضل ہوں تاکہ وہ ایسے اعمال سرانجام دے کر اللہ تعالیٰ کے ہاں اعلیٰ مقام حاصل کر سکیں۔

هدية المسلمين

③ تاخیر سے نماز پڑھنا سنتِ رسول ﷺ اور عمل صحابہ کرام کے خلاف ہے اور یہ منافقین کا طرزِ عمل ہے کہ وہ نمازیں دیر سے پڑھتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((تلك صلوة المنافق)) یہ (تأخیر سے نماز پڑھنا) منافق کی نماز ہے۔
[صحیح مسلم: ۲۲۵/۱ ج ۲۲۲]

④ سنن ابن ماجہ میں امراء کے بارے میں حدیث ہے:
”يُطْفَنُونَ مِنَ السُّنَّةِ وَيَعْمَلُونَ بِالْبِدْعَةِ وَيُؤْخِرُونَ الصَّلَاةَ عَنْ مَوَاقِئِهَا“
وہ سنت مٹائیں گے، بدعت پر عمل کریں گے اور نماز اس کے وقت سے لیٹ پڑھیں گے۔ [ج ۲۸۶۵ و اسنادہ حسن]

آپ ﷺ نے فرمایا:
جو شخص اللہ کی نافرمانی کرے (اس میں) اس کی کوئی اطاعت نہیں ہے۔



نماز ظہر کا وقت

حدیث: ۶۰

((عن أنس بن مالك قال : كنا إذا صلينا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم بالظهائر سجدنا على ثيابنا اتقاء الحر))
 انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ظہر کی نمازیں پڑھتے تھے تو گرمی سے بچنے کے لئے اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے۔ [صحیح البخاری: ۵۳۲ ج ۱، واللفظ لہ صحیح مسلم: ۲۲۵ ج ۱، ۲۲۰ ج ۱]

فوائد:

- ① اس روایت اور دیگر احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز ظہر کا وقت زوال کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے، اور ظہر کی نماز اول وقت پڑھنی چاہئے۔
- ② اس پر اجماع ہے کہ ظہر کا وقت زوال کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے۔
 [الافصاح لابن ہبیرة: ج ۱ ص ۷۶]
- ③ جن روایات میں آیا ہے کہ جب گرمی زیادہ ہو تو ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو ان تمام احادیث کا تعلق سفر کے ساتھ ہے جیسا کہ صحیح البخاری (ج ۱ ص ۷۷ ج ۵۳۹) کی حدیث سے ثابت ہے، حضرت (گھر، جائے سکونت) کے ساتھ نہیں۔ جو حضرات سفر والی روایات کو حدیث بالا وغیرہ کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں، ان کا

موقوف درست نہیں۔ انھیں چاہئے کہ یہ ثابت کریں کہ نبی ﷺ نے مدینہ منورہ میں ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھی ہے۔!؟

④ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”جب سایہ ایک مثل ہو جائے تو ظہر کی نماز ادا کرو اور جب دو مثل ہو جائے تو

عصر پڑھو۔“ [موطا امام مالک: ۹۷۸/۱]

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ظہر کی نماز زوال سے لیکر ایک مثل تک پڑھ سکتے ہیں، یعنی ظہر کا وقت زوال سے لے کر ایک مثل تک ہے اور عصر کا وقت ایک مثل سے لے کر دو مثل تک ہے۔ مولوی عبدالحی لکھنوی حنفی نے (تعلیق المجدد ص ۴۱ حاشیہ ۹) میں اس موقوف اثر کا یہی مفہوم لکھا ہے، یہاں بطور تنبیہ عرض ہے کہ اس ”اثر“ کے آخری حصہ ”فجر کی نماز اندھیرے میں ادا کر“ کی دیوبندی اور بریلوی دونوں فریق مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ یہ حصہ ان کے مذہب سے مطابقت نہیں رکھتا۔

⑤ سید بن غفلہ رحمہ اللہ نماز ظہر اول وقت ادا کرنے پر اس قدر ڈٹے ہوئے تھے کہ مرنے کے لئے تیار ہو گئے، مگر یہ گوارا نہ کیا کہ ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھیں اور لوگوں کو بتایا کہ ہم ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے اول وقت پر نماز ظہر ادا کرتے تھے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۳/۱ ح ۳۲۷]



نماز عصر کا وقت

حدیث: ۷

((وعن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: أمني جبريل عند البيت مرتين ثم صلى العصر حين كان كل شيء مثل ظله)) الخ
ابن عباس رضي الله عنهما سے روایت ہے کہ نبی صلى الله عليه وسلم نے فرمایا: جبریل علیہ السلام نے بیت اللہ کے قریب مجھے دو دفعہ نماز پڑھائی پھر انھوں نے عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا..... الخ

[جامع ترمذی: ۳۸۱، ۳۹۰ ح ۱۴۹ و قال: حدیث ابن عباس حدیث حسن]

اس روایت کی سند حسن ہے، اسے ابن خزیمہ (ح ۳۵۲)، ابن حبان (ح ۲۷۹)، ابن الجارود (ح ۱۴۹) الحاکم (ح ۱ ص ۱۹۳) ابن عبدالبر، ابوبکر بن العربی، النووی وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔ (نیل المقصود فی التعلیق علی سنن ابی داؤد ح ۳۹۳) امام بغوی اور نیوی حنفی نے حسن کہا ہے۔ [آثار السنن ص ۸۹ ح ۱۹۴]

فوائد:

① اس روایت اور دیگر احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ عصر کا وقت ایک مثل پر شروع ہو جاتا ہے، ان احادیث کے مقابلے میں کسی ایک صحیح یا حسن روایت سے یہ

ثابت نہیں ہوتا کہ عصر کا وقت دو مثل سے شروع ہوتا ہے۔

② عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ عصر کا وقت ایک مثل سے شروع ہو جاتا ہے۔

[فقہ عمر ص ۲۶۱ اردو]

③ سنن ابی داؤد میں ایک روایت ہے کہ ”آپ عصر کی نماز دیر سے پڑھتے تا آنکہ

سورج صاف اور سفید ہوتا۔“ [ج ۱ ص ۶۵ ح ۴۰۸]

یہ روایت بلحاظ سند سخت ضعیف ہے، محمد بن یزید الیمامی اور اس کا استاد یزید بن عبد الرحمن دونوں مجہول ہیں، دیکھئے تقریب التہذیب (۶۴۰، ۷۷۷) لہذا ایسی ضعیف روایت کو ایک مثل والی صحیح احادیث کے خلاف پیش کرنا انتہائی غلط و قابل مذمت ہے۔



نماز فجر کا وقت

حدیث: ۸

((عن زید بن ثابت : أنهم تسحروا مع النبي ﷺ ثم قاموا إلى الصلوة ، قلت : كم بينهما؟ قال : قدر خمسين أو ستين ، يعني آية))

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کا کھانا کھایا۔ پھر آپ اور آپ کے ساتھی (فجر کی نماز) کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ، میں (قتادہ تابعی) نے ان (انس رضی اللہ عنہ) سے کہا: سحری اور نماز کے درمیان کتنا وقفہ ہوتا تھا؟ تو انھوں نے کہا: پچاس یا ساٹھ آیات (کی تلاوت) کے برابر۔ [صحیح البخاری: ۸۱/۱ ج ۵۷۵، واللفظ لہ، صحیح مسلم: ۳۵۰/۱]

فوائد:

- ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی نماز جلدی اور اندھیرے میں پڑھنی چاہئے۔ صحیح البخاری (۸۲/۱ ج ۵۷۸) و صحیح مسلم (۲۳۰/۱ ج ۶۴۵) کی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں لکھا ہوا ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتی تھیں ، جب نماز ختم ہو جاتی تو اپنے گھروں کو چلی جاتیں۔ اور اندھیرے میں کوئی شخص بھی ہمیں اور نساء المؤمنین (مؤمنین کی عورتوں) کو پہچان نہیں سکتا تھا۔

② ابو بکر رضی اللہ عنہ (فقہ ابی بکر ص ۱۸۹) اور عمر رضی اللہ عنہ (فقہ عمر ص ۴۲۴، ۴۲۵) فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنے کے قائل تھے۔

③ ترمذی کی جس روایت میں آیا ہے: أسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر فجر کی نماز اسفار (جب روشنی ہونے لگے) میں پڑھو کیونکہ اس میں بڑا اجر ہے۔ اس حدیث کی رو سے منسوخ ہے جس میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھتے رہے ہیں۔

”ثم كانت صلواته بعد ذلك التغليس حتى مات ولم يعد إلى أن

يسفر“

پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نماز (فجر) وفات تک اندھیرے میں تھی اور آپ نے (اس دن کے بعد) کبھی روشنی میں نماز نہیں پڑھی۔

[سنن ابی داؤد: ۶۳۶۱ ح ۳۹۴، والناسخ والمنسوخ للحجازی ص ۷۷]

اسے ابن خزیمہ (ج ۱ ص ۱۸۱ ح ۳۵۲)، ابن حبان (الاحسان: ج ۳ ص ۱۴۴۶ ح ۵)، الحاکم (۱۹۲، ۱۹۳) اور خطابی نے صحیح قرار دیا ہے، اسامہ بن زید اللیشی کی حدیث حسن درجے کی ہوتی ہے۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۳۴۳/۶) وغیرہ، یعنی اسامہ مذکور حسن الحدیث راوی ہے۔

④ ہمارے ہاں دیوبندی حضرات صبح کی نماز رمضان میں سخت اندھیرے میں پڑھتے ہیں، اور باقی مہینوں میں خوب روشنی کر کے پڑھتے ہیں، پتہ نہیں فقہ کا وہ کونسا کلیہ یا جزئیہ ہے جس سے وہ اس تفریق پر عامل ہیں، چونکہ سحری کے بعد سونا ہوتا ہے اس لئے وہ فریضہ نماز جلدی ادا کرتے ہیں یہ عمل وہ اتباع سنت کے جذبہ سے نہیں کرتے کیونکہ بدعتی شخص کو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق ہی نہیں دیتا۔



اذان و اقامت کا مسنون طریقہ

حدیث: ۹

((عن أنس قال: أمر بلال أن يشفع الأذان وأن يوتر الإقامة إلا الإقامة))

انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا تھا کہ اذان دہری اور اقامت اکہری کہیں، مگر اقامت (قد قامت الصلوٰۃ) کے الفاظ دو بار کہیں۔

[صحیح البخاری: ۸۵/۱ ج ۶۰۵ واللفظ له، صحیح مسلم: ۱۶۴/۱ ج ۳۷۸]

اسی حدیث کی ایک دوسری سند میں آیا ہے:

((أن رسول الله ﷺ أمر بلالاً))

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا تھا۔

[سنن النسائي مع حاشية السندي: ج ۱ ص ۱۰۳ ج ۶۲۸]

فوائد:

① اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اذان کے الفاظ درج ذیل ہیں:

اللہ اکبر اللہ اکبر ، اللہ اکبر اللہ اکبر - أشهد أن لا إله إلا الله ،
أشهد أن لا إله إلا الله - أشهد أن محمداً رسول الله ، أشهد أن
محمداً رسول الله - حي على الصلوٰۃ ، حي على الصلوٰۃ -

حي على الفلاح ، حي على الفلاح - الله أكبر الله أكبر - لا إله إلا الله .

اورا قامت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

الله أكبر ، الله أكبر - أشهد أن لا إله إلا الله - أشهد أن محمداً رسول الله - حي على الصلوة - حي على الفلاح - قد قامت الصلوة ، قد قامت الصلوة - الله أكبر ، الله أكبر - لا إله إلا الله .

② مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت میں آیا ہے: ”إن بلالاً كان يثنى الأذان ويثنى الإقامة“ بے شک بلال رضی اللہ عنہ اذان اورا قامت دہری کہا کرتے تھے۔ لیکن یہ حدیث بلحاظ سند ضعیف ہے۔ (ن) اس کا راوی ابراہیم النخعی مدلس ہے۔

[کتاب المدلسین للعراقی ص ۲۴، ۳۵، اسماء المدلسین للسيوطی ص ۹۳] اس کی یہ روایت عن کے ساتھ ہے۔ مدلس کی عن والی روایت محدثین کے علاوہ دیوبندی اور بریلویوں کے نزدیک بھی ضعیف ہوتی ہے۔ [دیکھئے خزائن السنن: ۱/۱، فتاویٰ رضویہ: ۲۳۵، ۲۶۶] (ب) اس کا دوسرا راوی حماد بن ابی سلیمان ہے۔ [دیکھئے مصنف عبدالرزاق: ۳۶۲/۱ ج ۱۷۹۰] حماد مذکور مدلس ہونے کے ساتھ ساتھ مختلط بھی ہے۔ [طبقات المدلسین تحقیقی: ۲/۲۵] حافظ پیشی نے کہا:

”ولا يقبل من حديث حماد إلا ما رواه عنه القدماء بشعبة وسفيان الثوري والدستوائي ، ومن عدا هؤلاء رووا عنه بعد الاختلاط“

یعنی حماد کی صرف وہی روایت مقبول ہے جو اس کے قدیم شاگردوں: شعبہ،

سفیان ثوری اور (ہشام) الدستوائی نے بیان کی ہے، ان کے علاوہ سب لوگوں نے اس سے اختلاط کے بعد سنا ہے۔ [مجمع الزوائد: ۱۱۹/۱، ۱۲۰]

لہذا معمر کی حماد مذکور سے روایت ضعیف ہے، عدم تصریح سماع کا مسئلہ علیحدہ ہے۔

۳ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی جس روایت میں دہری اقامت کا ذکر آیا ہے اس میں اذان بھی دہری ہے یعنی چار دفعہ ”أشهد أن لا إله إلا الله“ اور چار دفعہ ”أشهد أن محمداً رسول الله“ ہے۔ [سنن ابی داود: ۵۰۲]

اس طریقے سے عمل کیا جائے تو صحیح ہے ورنہ دہری اذان کا ارتکاب کرتے ہوئے، اقامت اس حدیث سے لینا اور اذان حدیث بلال سے لینا سخت ناانصافی ہے۔

۴ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل صرف وہی شخص کر سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے ورنہ ناممکن ہے۔ آپ دیکھ لیں جو حضرات دہری اقامت کہتے ہیں وہ دہری اذان کبھی نہیں کہتے، پتہ نہیں اتباع سنت سے انھیں کیا پیر ہے؟ اللہ تعالیٰ اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے۔



لباس کا طریقہ

حدیث: ۱۰

((عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: لا يصلي أحدكم في الثوب الواحد ليس على عاتقيه شيء))

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایسے ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے، کہ اس کے کندھے پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو

[صحیح البخاری: ۵۲۱/۳۵۹، صحیح مسلم: ۱۹۸۱/۵۱۶]

نوٹ:

- ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں کندھے ڈھانپنا فرض ہے۔
- ② بعض لوگ نماز میں مردوں پر سر ڈھانپنا بھی لازمی قرار دیتے ہیں لیکن اس کی شریعت میں کوئی دلیل نہیں ہے۔
- ③ شمائل الترمذی و فی نسختہ: ۲۸ رقم الحدیث: ۳۲ (ص ۷۱ و فی نسختنا ص ۴) کی روایت میں: ”یکثر القناع“ ”یعنی رسول اکرم ﷺ اکثر اوقات اپنے سر مبارک پر کپڑا رکھتے تھے“ آیا ہے۔ یزید بن ابان الرقاشی کی وجہ سے ضعیف ہے، یزید پر جرح کے لیے تہذیب التہذیب (ج ۱۱ ص ۲۷۰ ترجمہ: ۲۹۸) وغیرہ دیکھیں، تقریب التہذیب (۷۲۸۳) میں لکھا ہوا ہے ”زاهد ضعیف“ معلوم ہوا کہ

:یزید بن ابان زاہد ضعیف ہے۔

④ دیوبندی اور بریلویوں کی معتبر و مستند کتاب ”در مختار“ میں لکھا ہوا ہے کہ جو شخص عاجزی کے لیے ننگے سر نماز پڑھے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ [الدر المختار ج ۱: ۴۷۱]

اب دیوبندی فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

”سوال: ایک کتاب میں لکھا ہے کہ جو شخص ننگے سر اس نیت سے نماز پڑھے کہ عاجزانہ درگاہ خدا میں حاضر ہو تو کچھ حرج نہیں۔“

جواب: یہ تو کتب فقہ میں بھی لکھا ہے کہ بہ نیت مذکورہ ننگے سر نماز پڑھنے میں کراہت نہیں ہے۔ [فتاویٰ ”دارالعلوم“ دیوبند: ۹۴۴]

احمد رضا خان بریلوی صاحب نے لکھا ہے:

”اگر بہ نیت عاجزی ننگے سر پڑھتے ہیں تو کوئی حرج نہیں“ [احکام شریعت حصہ اول ص ۱۳۰]

⑤ بعض مساجد میں نماز کے دوران میں سر ڈھانپنے کو بہت اہمیت دی جاتی ہے، اس لئے انھوں نے تنکوں سے بنی ہوئی ٹوپیاں رکھی ہوتی ہیں، ایسی ٹوپیاں نہیں پہننی چاہئیں، کیونکہ وہ عزت اور وقار کے منافی ہیں کیا کوئی ذی شعور انسان ایسی ٹوپی پہن کر کسی پر وقار مجلس وغیرہ میں جاتا ہے؟ یقیناً نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری دیتے وقت تو لباس کو خصوصی اہمیت دینی چاہئے۔

اس کے علاوہ سر ڈھانپنا اگر سنت ہے اور اس کے بغیر نماز میں نقص رہتا ہے تو پھر واڑھی رکھنا تو اس سے بھی زیادہ ضروری بلکہ فرض ہے کیا رسول اللہ ﷺ نے واڑھی کے بغیر کوئی نماز پڑھی ہے؟ اللہ تعالیٰ فہم دین اور اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے۔

تنبیہ: راقم الحروف کی تحقیق میں، ضرورت کے وقت ننگے سر مرد کی نماز جائز ہے لیکن بہتر و افضل یہی ہے کہ سر پر ٹوپی، عمامہ یا رومال ہو۔



سینے پر ہاتھ باندھنا

حدیث: ۱۱

((عن سهل بن سعد قال : كان الناس يؤمرون أن يضع الرجل يده اليمنى على ذراعه اليسرى في الصلوة))
 سهل بن سعد رضي الله عنه فرماتے ہیں کہ لوگوں کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) حکم دیا جاتا تھا کہ ہر شخص نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں بازو پر رکھے۔

[صحیح البخاری: ۱۰۲۱، ج ۱، ص ۷۴۰]

فوائد:

① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے چاہئیں، آپ اگر اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ”ذراع“ (بازو) پر رکھیں گے تو دونوں ہاتھ خود بخود سینہ پر آجائیں گے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ہتھیلی کی پشت، رُسخ (کلائی) اور ساعد (کلائی سے لیکر کہنی تک) پر رکھا (سنن نسائی مع حاشیہ السنہی: ج ۱ ص ۱۴۱، ج ۱ ص ۱۱۲، ج ۱ ص ۷۲۷) اسے ابن خزیمہ (۲۳۳/۱ ج ۲۸) اور ابن حبان (الاحسان: ۲۰۲/۲ ج ۲۸۵) نے صحیح کہا ہے۔

سینے پر ہاتھ باندھنے کی تصدیق اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آیا ہے:

” یضع هذه علی صدره إلخ “

آپ ﷺ یہ ہاتھ اپنے سینے پر رکھتے تھے..... إلخ

[مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۶ ح ۲۲۳۱۳، واللفظ له، التحقیق لابن الجوزی ج ۱ ص ۲۸۳ ح ۴۷۷ وفی نسخہ ج ۱ ص

۳۳۸ وسندہ حسن]

① سنن ابی داؤد (ح ۷۵۶) وغیرہ میں ناف پر ہاتھ باندھنے والی جو روایت آئی ہے وہ عبد الرحمن بن اسحاق الکوفی کی وجہ سے ضعیف ہے، اس شخص پر جرح، سنن ابی داؤد کے محولہ باب میں ہی موجود ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے کہا: ”عبد الرحمن بن اسحاق بالاتفاق ضعیف ہے۔“ [نصب الراية للزيلعي الحنفی: ۳۱۴۱]

نیوی حنفی فرماتے ہیں:

” وفيه عبد الرحمن بن إسحاق الواسطي وهو ضعيف “

اور اس میں عبد الرحمن بن اسحاق الواسطی ہے اور وہ ضعیف ہے۔

[حاشیہ آثار السنن: ح ۳۳۰]

مزید جرح کیلئے عینی حنفی کی البناۃ فی شرح الھدیۃ (۲۰۸/۲) وغیرہ کتابیں دیکھیں، ہدایہ اولین کے حاشیہ ۱، (۱۰۲/۱) میں لکھا ہوا ہے کہ یہ روایت بالاتفاق ضعیف ہے۔

② یہ مسئلہ کہ مرد ناف کے نیچے اور عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں کسی صحیح حدیث یا ضعیف حدیث سے قطعاً ثابت نہیں ہے، یہ مرد اور عورت کی نماز میں جو فرق کیا جاتا ہے کہ مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں اور عورتیں سینے پر، اس کے علاوہ مرد سجدے کے دوران میں بازو زمین سے اٹھائے رکھیں اور عورتیں بالکل زمین کے ساتھ لگ کر بازو پھیلا کر سجدہ کریں یہ سب اہل الرائے کی مویشگافیاں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم سے نماز کی ہیئت، تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک مرد و عورت کے لئے ایک ہی ہے، صرف لباس اور پردے میں فرق ہے کہ عورت ننگے سر نماز نہیں پڑھ سکتی اور اس کے ٹخنے بھی ننگے نہیں ہونے چاہئیں۔ اہل حدیث کے نزدیک جو

هدية المسلمين

فرق و دلیل نص صریح سے ثابت ہو جائے تو برحق ہے، اور بے دلیل و ضعیف باتیں مردود کے حکم میں ہیں۔

④ انس رضی اللہ عنہ سے تحت السرة (ناف کے نیچے) والی روایت سعید بن زریبی کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

[دیکھئے مختصر الخلائیات للبیہقی: ۳۴۲/۱، تالیف ابن فرح الاشبیلی والخلائفیات مخطوط ص ۳۷ ب و کتب اسماء الرجال]

⑤ بعض لوگ مصنف ابن ابی شیبہ سے ”تحت السرة“ والی روایت پیش کرتے ہیں حالانکہ مصنف ابن ابی شیبہ کے اصل قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں ”تحت السرة“ کے الفاظ نہیں ہیں جبکہ قاسم بن قطلوبغا (کذاب بقول البقاعی / الضوء اللامع ۱۸۶/۶) نے ان الفاظ کا اضافہ گھڑ لیا تھا۔

⑥ حنیفوں کے نزدیک مردوں اور عورتوں دونوں کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے چاہئیں۔

[الفقه علی المذاہب الاربعہ: ۲۵۱/۱]!!



دعائے استفتاح

حدیث: ۱۲

((عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ أقول: اللهم باعد بيني وبين خطاياي كما باعدت بين المشرق والمغرب، اللهم نقني من الخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس، اللهم اغسل خطاياي بالماء والثلج والبرد))
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں (نماز میں سکتے اولیٰ میں) کہتا ہوں:

”اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يَنْقَى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ“

[صحیح البخاری: ۱۰۳۱ ح ۴۴، واللفظ له، صحیح مسلم: ۲۱۹۱ ح ۵۹۸]

فوائد:

- ① اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سکتے اولیٰ میں اللہم باعد بیننی والی دعا پڑھنی چاہئے۔
- ② عمر رضی اللہ عنہ سے سبحانک اللہم وبحمدک والی موقوف، غیر مرفوع روایت مروی ہے۔

[صحیح مسلم: ج ۲ ص ۱۷۲ ح ۳۹۹]

یہ دعائیہ دعا نبی ﷺ سے بھی قیام اللیل میں ثابت ہے۔ [سنن ابی داؤد: ج ۱ ص ۱۲۰ ح ۷۷۵]
لہذا یہ ثنا بھی جائز ہے۔

③ ان کے علاوہ بعض دیگر دعائیں بھی ثابت ہیں۔

④ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ تحقیق ہے کہ جہری نمازوں میں مقتدی (اس دعا کے بجائے)
سورہ فاتحہ پڑھے اور اسے امام سے پہلے ختم کر لے۔

[دیکھئے آثار السنن مترجم: ج ۲ ص ۳۵۸ ح ۳۵۸ و قال: اسنادہ حسن]

اور یہی تحقیق بعض تابعین کی بھی ہے۔

⑤ آثار السنن وغیرہ کتب آل تقلید کے حوالے اہل تقلید پر بطور الزام و اتمام حجت
کے پیش کئے جاتے ہیں۔



بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنا

حدیث: ۱۳

((عن عبدالرحمن بن أبزى قال: صليت خلف عمر

فجهر ب ” بسم الله الرحمن الرحيم “))

عبدالرحمن بن ابزى رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، آپ نے بسم اللہ بالجہر (اونچی آواز کے ساتھ) پڑھی۔

[مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۱۲/۱ ح ۵۷۷، شرح معانی الآثار للطحاوی واللفظ لہ: ۱۳۷/۱، سنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۸۶/۳]

اس کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں اور سند متصل ہے، لہذا یہ صحیح ہے۔

فوائد:

① اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جہری نمازوں میں امام کا جہراً بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا بالکل صحیح ہے۔

② عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم بالجہر ثابت ہے۔ [جزء الخطیب و صحیح الذہبی فی مختصر الجہر بالبسملة للخطیب: ص ۱۸۰ ح ۴۱] اور اسے ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

③ بسم اللہ سرّاً (آہستہ) پڑھنا بھی صحیح اور جائز ہے جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ سے ثابت ہے۔ [۳۹۹ ح ۱۷۲/۱]

- ۴) عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کے راویوں کی مختصر توثیق درج ذیل ہے:
- ا: عبدالرحمن بن ابز می رضی اللہ عنہ، صحابی صغیر ہیں۔ [تقریب التہذیب: ۳۷۹۴]
- ب: سعید بن عبدالرحمن رحمہ اللہ ثقہ ہیں۔ [تقریب التہذیب: ۲۳۳۶]
- ج: ذر بن عبداللہ ثقہ عابد رمی بالارجاء تھے۔ [تقریب التہذیب: ۱۸۴۰]
- د: عمر بن ذر ثقہ رمی بالارجاء تھے۔ [تقریب التہذیب: ۲۸۹۳]
- ه: عمر بن ذر سے یہ روایت خالد بن مخلد، ابواحمد اور ابن قتیبہ نے بیان کی ہے ان راویوں کی توثیق کے لئے تہذیب وغیرہ کا مطالعہ کریں۔



نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا

حدیث: ۱۴

((عن عبادة بن الصامت أن رسول الله ﷺ قال: لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب))

عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی نماز نہیں جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔

[صحیح البخاری: ۱۰۴۱، ۷۵۶، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، ۳۹۴]

اس حدیث کے راوی عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فاتحہ خلف الامام کے (جبری و سری سب نمازوں میں) قائل و فاعل تھے۔ [کتاب القراءات للبیہقی: ص ۶۹، ۱۳۳، و اسنادہ صحیح، نیز دیکھئے "حسن الکلام" تصنیف سرفراز خان صفدر الدیوبندی: ج ۲ ص ۲۲ طبع دوم]

راوی حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کے فہم کے مقابلے میں امام احمد وغیرہ کی تاویل مردود ہے۔ خود امام احمد رحمہ اللہ فاتحہ خلف الامام کے قائل و فاعل تھے۔ [دیکھئے سنن الترمذی ج ۱۱، ۳۱۱]

فوائد:

- ① اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، چاہے امام ہو یا مقتدی یا منفرد۔ [دیکھئے تبویب صحیح البخاری، اعلام الحدیث فی شرح صحیح البخاری للخطابی ۵۰۰۱]
- ② یہ حدیث متواتر ہے۔ [جزء القراءۃ للبخاری: ج ۵]

③ سورت المزمل کی آیت: ﴿فَاقْرَأْ وَ مَا تيسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں مقتدی پر قراءت واجب (یعنی فرض) ہے۔

[دیکھئے نور الانوار: ص ۹۳، ۹۴، احسن الحواشی شرح اصول الناشی: ص ۸۲ حاشیہ ۷، غایۃ التحقیق شرح الحسامی: ص ۷۳، النامی شرح الحسامی ص ۱۵۵، ۱۵۶، ج ۱، معلم الاصول ص ۲۵۰ وغیرہ)

حدیث بالانے اس قراءت کا تعین سورہ فاتحہ سے کر دیا ہے۔

④ آیت ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ کا تعلق سورہ فاتحہ کے ساتھ نہیں ہے، تحقیق کے لئے دیکھئے جزء القراءة للبجاری (تحت ج ۳۶) اور امام عبد الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ کی شہرہ آفاق کتاب ”تحقیق الکلام“ وغیرہ بلکہ اس آیت کریمہ کا تعلق کفار کی تردید سے ہے۔

[دیکھئے تفسیر قرطبی: ۱۲/۱، تفسیر البحر المحیط: ۴۲۸/۴، الکلام الحسن: ۲۱۲/۲]

⑤ حدیث ”إِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا“ (جزء القراءت: ج ۲۶۳) ماعد الفاتحہ پر محمول ہے کیونکہ اس کے راوی، صحابی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فاتحہ خلف الامام کا جہری نماز میں حکم دیا ہے۔ [دیکھئے حدیث نمبر ۱۲ فائدہ: ۵]

جو لوگ اسے ماعد الفاتحہ پر محمول نہیں سمجھتے ان کے نزدیک یہ روایت منسوخ ہے کیونکہ اس کے راوی کا یہ فتویٰ ہے کہ امام کے پیچھے (جہری نمازوں میں بھی) سورہ فاتحہ پڑھو، حنفیوں کے نزدیک اگر راوی اپنی روایت کے خلاف فتویٰ دے تو وہ روایت منسوخ ہوتی ہے۔

[دیکھئے جزء القراءت للبجاری تحقیقی: ۲۶۳]

⑥ جمہور صحابہ کرام سے سورہ فاتحہ خلف الامام ثابت ہے دیکھئے راقم الحروف کی کتاب ”الکواکب الدریۃ فی وجوب الفاتحہ خلف الإمام فی الصلوۃ الجہریۃ“

④ انصت کا مطلب مکمل خاموشی نہیں ہوتا بلکہ سکوت مع الاستماع ہے۔ سراً پڑھنا انصت کے منافی نہیں ہے جیسا کہ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں تفصیلاً لکھا ہے۔ (ج ۲)

۳ ص ۳۵، بعد ح ۱۵۷۸) اور نسائی (ج ۱ ص ۲۰۸ ح ۱۴۰۴ کی حدیث: ”پھر خاموش رہے (اور جمعہ کا خطبہ سنے) حتیٰ کہ امام نماز سے فارغ ہو جائے،“ بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

Ⓐ سورہ فاتحہ کی اتنی اہمیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے نماز قرار دیا ہے، حدیث قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”میں نے نماز کو اپنے اور بندے کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر لیا ہے، جب بندہ کہتا ہے ﴿ الحمد لله رب العالمین ﴾ تو میں کہتا ہوں: حمد نسی عبدی میرے بندے نے میری تعریف بیان کی“ اسی طرح ہر آیت کے بعد اس کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے، یعنی سورہ فاتحہ کے ذریعے بندہ اپنے رب کے ساتھ مناجات کرتا ہے۔



فاتحہ خلف الامام

حدیث: ۱۵

((عن عبادة بن الصامت عن رسول الله ﷺ قال: "هل تقرأون معي؟" قالوا: نعم قال: "لا تفعلوا إلا بأمر القرآن فإنه لا صلوة لمن لم يقرأ بها))

عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے کہا: کیا تم میرے ساتھ (یعنی امام کے پیچھے) قراءت کرتے ہو؟ تو انھوں (صحابہ) نے کہا: جی ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورہ فاتحہ کے سوا کچھ بھی نہ پڑھو، کیونکہ جو شخص اس (فاتحہ) کو نہیں پڑھتا اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

[کتاب القراءۃ للبیہقی: ص ۶۳، ج ۱۲، طبع بیروت لبنان وقال البيهقي: هذا السناد صحيح رواه ثقات]

اس حدیث کو امام بیہقی کے علاوہ ضیاء مقدسی نے صحیح اور دارقطنی نے حسن کہا ہے۔

فوائد:

- ① اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ جہری و سری نمازوں میں مقتدی کا وظیفہ، فاتحہ خلف الامام سر اُپڑھنا ہے، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی جہری و سری نمازوں میں فاتحہ خلف الامام پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ [المصدر رک علی ایتھسین: ج ۱ ص ۲۳۹ ح ۸۷۳]
- اسے حاکم، ذہبی اور دارقطنی نے صحیح کہا ہے۔

- ② دیوبندیوں اور بریلویوں کے نزدیک امام و منفرد دونوں پر سورہ فاتحہ فرض نہیں ہے

بلکہ صرف (پہلی) دو رکعتوں میں واجب ہے، آخری دو رکعتوں میں اگر جان بوجھ کر فاتحہ نہ پڑھے تو نماز بالکل صحیح ہے (دیکھئے قدوری ص ۲۲، ۲۳، ہدایہ اولین، ج ۱ ص ۱۴۸، فتح القدر لابن ہمام ج ۱ ص ۳۹۵، بہشتی زیور ص ۱۶۳ حصہ دوم ص ۱۹، باب ہفتم مسئلہ ۱، بہار شریعت حصہ سوم ص ۴۱) اگر امام یا منفرد کی سورہ فاتحہ پہلی دو رکعتوں میں بھی سہوارہ جائے تو دیوبندیوں و بریلویوں کے نزدیک سجدہ سہو سے کام چل جائے گا، رکعت دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

③ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اثر: ”لا قراءة مع الإمام في شيء (مسلم: ۲۱۵/۱ ح ۵۷۷) قراءة المقتدى بالجهر پر محمول ہے، فاتحہ اس کے عموم سے مخصوص ہے، مع الامام کا مطلب جہراً مع الامام ہے یہی جواب ابن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہ کے آثار کا ہے (من صلی وراء الإمام كفاه قراءة الإمام اثر) یعنی: مقتدی کے لئے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے، اس کے علاوہ باقی قراءت میں امام کی قراءت کافی ہے۔

④ جابر رضی اللہ عنہ کا اثر مرفوع حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ظفر احمد تھانوی صاحب دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

”ولا حجة في قول الصحابي في معارضة المرفوع“

مرفوع حدیث کے مقابلے میں صحابی کا قول حجت نہیں ہوتا۔

[اعلاء السنن: ۲۳۸/۱ ح ۴۳۲، دیکھئے ص ۳۷]

خود دیوبندیوں کے نزدیک دو رکعتیں فاتحہ کے بغیر ہو جاتی ہیں، جیسا کہ نمبر ۲ میں گزر چکا ہے جبکہ جابر رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک ایک رکعت بھی فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی، لہذا اس اثر سے دیوبندیوں و بریلویوں کا استدلال، خود ان کے مسلک کی رو سے بھی صحیح نہیں ہے۔

⑤ فاتحہ خلف الامام کی دوسری مرفوع احادیث کے لئے تحقیق الکلام، الکواکب الدررہ وغیرہا کا مطالعہ کریں، نیز حدیث نمبر ۱۴ دیکھیں۔

آمین بالجہر

حدیث: ۱۶

((عن وائل بن حجر أنه صلى خلف رسول الله ﷺ فجهر
بآمين))
وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز
پڑھی، پس آپ ﷺ نے آمین بالجہر کہی۔

[سنن ابی داؤد: ۱۴۲۱ ح ۹۳۳، مع العون: ۳۵۲/۱]

اس روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: وسنده صحيح
[التلخیص الجہر ج ۱ ص ۲۳۶ ح ۳۵۳]

فوائد:

- ① اس حدیث اور دیگر احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جہری نماز میں امام و مقتدی دونوں آمین بالجہر کہیں گے۔
- ② آمین بالجہر کی حدیث متواتر ہے۔
- ③ [دیکھئے کتاب الاول من کتاب التمییز للامام مسلم بن الحجاج النیسابوری رحمہ اللہ، صاحب الصحیح ص ۴۰]
- ④ جس روایت میں (سراً) آمین کا ذکر آیا ہے امام شعبہ کے وہم کی وجہ سے ضعیف ہے۔
- ⑤ اگر امام شعبہ کے وہم والی روایت کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سری

نماز میں خفیہ آمین کہنی چاہئے۔

⑤ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے اونچی آواز کے ساتھ آمین ثابت ہے۔

[صحیح البخاری: ۱۰۷۱، قبل ح ۸۰]

کسی صحابی سے باسند صحیح، عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما پر انکار کرنا ثابت نہیں ہے لہذا آمین بالجہر کی مشروعیت پر صحابہ کا اجماع ہے۔

تنبیہ: دیوبندی تبلیغی مرکز رائے ونڈ میں اونچی آواز سے لاؤڈ سپیکر پر دعا کرنے والے لوگ یہ کہتے ہیں آمین دعا ہے اور دعا آہستہ کہنی چاہئے، اسے کہتے ہیں ”دوسروں کو نصیحت اور خود میاں فضیحت“

⑥ صحیح مسلم والی حدیث ”جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو“ آمین بالجہر کی دلیل ہے، دیکھئے تبویب صحیح ابن خزیمہ (۲۸۶/۱ ح ۵۶۹) وغیرہ کسی محدث نے اس سے آمین بالسر کا مسئلہ کشید نہیں کیا، ظاہر ہے کہ محدثین کرام اپنی روایات کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔



رفع الیدین قبل الركوع وبعده

حدیث: ۷۱

((عن أبي قلابة أنه رأى مالك بن الحويرث إذا صلى كبر ورفع يديه ، وإذا أراد أن يركع رفع يديه وإذا رفع رأسه من الركوع رفع يديه وحدث أن رسول الله ﷺ صنع هكذا))
 ابو قلابہ (تابعی رحمہ اللہ) نے مالک بن حویرث صحابی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ، آپ جب نماز پڑھتے اللہ اکبر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے ، اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور حدیث بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کرتے تھے۔“ [صحیح البخاری: ۱۰۲۱ ج ۳، واللفظ لہ، صحیح مسلم: ۱۶۸۸ ج ۳۹۱]

فوائد:

- ① اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نماز میں رکوع سے پہلے اور بعد، رفع یدین کرنا چاہئے۔
- ② رسول اللہ ﷺ سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین متواتر ہے۔
[دیکھئے قطف الازہار المبتاثرہ للسیوطی: ص ۹۵، ظم المبتاثر ص ۶۷ ج ۹۶ وغیرہما]
- ③ ترک رفع یدین کی کوئی روایت صحیح نہیں ہے، مثلاً سنن ترمذی (ج ۱ ص ۲۵۷ ج ۲۵۷)

وحسنہ و صحیح ابن حزم: ۱۱۶/۱ ح ۷۴۸-۷۵۲) اور سنن ابی داؤد وغیرہما کی روایت سفیان الثوری کے ”عن“ کی وجہ سے ضعیف ہے، سفیان الثوری مشہور مدلس ہیں، دیکھئے عمدۃ القاری للعبینی (۲۲۳/۱) ابن الترمذی کی الجوهرائی (۲۶۲/۸) سرفراز خان صفدر کی خزائن السنن (۷۷۲) ماسٹر امین اوکاڑوی کا مجموعہ رسائل (ج ۳ ص ۴۳۱) نیز آئینہ تسکین الصدور (ص ۹۰، ۹۲) فقہ الفقہ (ص ۱۳۴) آثار السنن (ص ۱۲۶، تحت ح ۳۸۴ و فی نسخۃ آخری ص ۱۹۴)

اور مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے جیسا کہ اصول حدیث میں مقرر ہے۔
 ④ صحیح مسلم (ح ۴۳۰) میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ والی روایت میں رفع یدین عند رکوع و بعدہ کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے بلکہ یہ روایت تشہد میں ہاتھ اٹھانے کے بارے میں ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی دوسری حدیث سے ثابت ہے۔ مسند احمد میں ”وہم قعود“ اور وہ بیٹھے ہوئے تھے، کے الفاظ بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ [ج ۵ ص ۹۳ ح ۲۱۱۶۶]
 محدثین نے اس پر سلام کے ابواب باندھے ہیں، اس پر علماء کا اجماع ہے کہ اس روایت کا تعلق رکوع والے رفع یدین سے نہیں ہے۔

[دیکھئے جزء رفع یدین للبخاری (ح: ۳۷) التلخیص الخیر (۲۴۱/۱)]

خود دیوبندی حضرات نے بھی اس روایت کو رفع یدین کے خلاف پیش کرنے کو نا انصافی قرار دیا ہے، دیکھئے محمد تقی عثمانی کی درس ترمذی (۳۶/۴) محمود الحسن کی الورد الشذی علی جامع الترمذی: ص ۱۶۳ اور تقاریر شیخ الہند: ص ۶۵۔

⑤ رفع یدین کندھوں تک کرنا صحیح ہے اور کانوں تک بھی صحیح ہے دونوں طریقوں میں سے جس پر عمل کیا جائے، جائز ہے۔ بعض لوگ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث (صحیح مسلم: ۱۶۸/۱ ح ۳۹۱) سے کانوں تک رفع یدین ثابت کرتے ہیں (مثلاً محمد الیاس کی چالیس حدیثیں ص ۹ ح ۹) اور اس حدیث کا باقی حصہ دانستہ حذف کر دیتے ہیں، جس سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ثابت ہوتا ہے۔

① صحابہ سے رفع یدین کا کرنا ثابت ہے، نہ کرنا ثابت نہیں ہے، دیکھئے امام بخاری کی جزء رفع الیدین (ج: ۲۹) بعض لوگوں کا سنن بیہقی (۸۱، ۸۰، ۲) سے علی رضی اللہ عنہ کا غیر ثابت شدہ اثر نقل کرنا صحیح نہیں ہے، سنن بیہقی کے محولہ صفحہ پر ہی اس اثر پر جرح موجود ہے۔

② ابوبکر بن عیاش نے ابن عمر سے ترک رفع یدین والی جو روایت نکل کی ہے وہ کئی لحاظ سے مردود ہے۔

اول: ابوبکر بن عیاش جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے دیکھئے نور العینین ص ۱۵۷۔
علامہ عینی حنفی نے کہا:

”و ابوبکر سی الحفظ“

اور ابوبکر (بن عیاش) برے حافظے والا ہے۔ [عمدة القاری ج ۱ ص ۲۴۵]

دوم: امام احمد و امام ابن معین نے اس روایت کو باطل و لا أصل له قرار دیا ہے، وغیرہ۔



جلسہ استراحت

حدیث: ۱۸

((عن مالك بن الحويرث أنه إذا رأى النبي ﷺ يصلي ، فإذا كان في وتر من صلاته لم ينهض حتى يستوي قاعداً))
 مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے جب آپ نماز کی طاق رکعت (یعنی پہلی اور تیسری رکعت) میں ہوتے تو (دوسرے سجدے کے بعد) یکدم کھڑے نہ ہوتے تھے بلکہ بیٹھ جاتے (پھر کھڑے ہوتے تھے) [صحیح البخاری: ۱۱۳۱ ج ۲ ص ۸۲۳]

فوائد:

- ① اس حدیث پاک سے جلسہ استراحت کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے، جناب ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، پہلی رکعت میں دوسرے سجدے سے جب فارغ ہوتے تو بیٹھ جاتے، دو رکعتیں پڑھ کر جب کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے، اور آخری رکعت میں ”تورک“ کرتے تھے۔
 [سنن الترمذی ج ۱ ص ۶۷ ج ۳ ص ۳۰۴، وقال: هذا حديث حسن صحيح]
- اس حدیث کو ابن خزیمہ (ج ۱ ص ۲۹۸، ۲۹۷، ۲۹۸، ۵۸۷، ۵۸۸) ابن حبان (موارد:

۴۳۲، ۴۹۱، ۴۹۲) بخاری (فی جزء رفع الیدین ح: ۶، ۵) ابن تیمیہ اور ابن القیم وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔ اس کی سند متصل ہے اور عبدالمجید بن جعفر جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہے۔ (دیکھئے نصب الراية: ۳۴۴/۱) اس پر جرح مردود ہے۔

- ② بعض لوگ جلسہ استراحت کو واجب کہتے ہیں، کیونکہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں اس کا حکم آیا ہے، دیکھئے (۶۲۴/۲ ح ۶۲۵۱) حدیث بالا کے راوی مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ”صلوا کما رأیتمونی أصلي“ نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ [صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۳۱ ح ۶۳۱]
- ③ ابوداؤد کی جس حدیث میں (لم یتورک) آپ نے تورک نہیں کیا، آیا ہے (اس میں چند الفاظ پہلے ”فتورک“ پس آپ نے تورک کیا کے الفاظ ہیں)

[۴۳۳ ح ۱۱۳۱، ۹۶۶ ح ۱۴۵/۱]

اگر یہ روایت صحیح ثابت ہوتی ہے تو اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ آپ نے دوسرے سجدے کے بعد تورک نہیں کیا۔ یعنی اپنی ران پر نہیں بیٹھے یہ حدیث جلسہ استراحت کی مخالف نہیں ہے کیونکہ جلسہ استراحت میں بغیر تورک بیٹھا جاتا ہے، جو لوگ اس حدیث سے صحیح بخاری کے مخالف استدلال کرتے ہیں انھیں چاہئے کہ سجدہ اولیٰ کے بعد تورک کریں۔ معانی الآثار (۶۲۰/۱) وغیرہ میں اس حدیث (لم یتورک) میں رکوع سے پہلے اور بعد الارفع یدین موجود ہے آدھی حدیث سے استدلال اور آدھی کا انکار کیا معنی رکھتا ہے ؟

تنبیہ: ابوداؤد (۴۳۳، ۹۶۶) والی اس حدیث کی سند ضعیف ہے، اس کا راوی عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک: مجہول الحال ہے، اسے ابن حبان کے علاوہ کسی دوسرے محدث نے ثقہ و صدوق قرار نہیں دیا۔

- ④ نصب الراية (۲۸۹/۱) اور الجوهري (۱۲۵/۲) وغیرہما میں مخالفین جلسہ استراحت نے جو آثار نقل کئے ہیں ان میں سے کوئی بھی صحیح صریح نہیں ہے، بیہقی کی جس

روایت میں ’رمقت ابن مسعود‘ ہے سفیان کی تالیس کی وجہ سے ضعیف ہے، اسے ’عن ابن مسعود صحیح‘ کہنا صحیح نہیں ہے، دوسرے یہ کہ حدیث مرفوع کے مقابلے میں اپنی مرضی کے آثار پیش کرنا انتہائی غلط کام ہے۔



تشہد میں التحیات پڑھنا فرض ہے

حدیث: ۱۹

((عن عبد الله (بن مسعود رضي الله عنه) فقال النبي ﷺ :
قولوا : التحيات لله والصلوات والطيبات ، السلام عليك أيها
النبي ورحمة الله وبركاته ، السلام علينا وعلى عباد الله
الصالحين ، أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده
ورسوله ، ثم ليتخير من الدعاء أعجبه إليه فيدعو))
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کہو:
﴿ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ
وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ﴾
پھر جو دعا پسند ہو نماز میں کرو۔ [صحیح البخاری: ۱۱۵۷، ج ۸۳۵، مختصراً]

فوائد:

- ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تشہد میں التحیات پڑھنا فرض ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے حکم فرمایا ہے، قولوا: تم کہو واضح رہے الأمر للوجوب، امر (اگر قرینہ صارفہ نہ ہو تو) وجوب کے لئے ہوتا ہے۔

- ② کتب احادیث میں صحیح اسانید کے ساتھ التحیات کے دوسرے صیغے بھی مروی ہیں، اس مسئلہ میں کوئی تنگی نہیں ہے جو اختیار کریں جائز ہے، تاہم شہداء ابن مسعود زیادہ راجح ہے۔
- ③ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ التحیات و درود کے بعد جو دعا پسند ہو وہ کریں، بشرطیکہ زبان عربی ہو اور دعا میں شریعت کی مخالفت نہ ہو، بعض لوگ صحیح مسلم (۱/۲۱۷ ح ۵۸۸) وغیرہ کی دعا: ”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ“ کو صیغہ امر کی وجہ سے واجب قرار دیتے ہیں مگر ان کی تحقیق اس حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔
- ④ ”اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ“ کا مطلب السلام علی النبی (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) ہے۔
[دیکھئے صحیح بخاری ۲/۹۲۶ ح ۶۲۶۵، حدیث ابن مسعود رَضِيَ اللهُ عَنْهُ]
- ⑤ اگر کوئی ابن مسعود رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وغیرہ کی اقتدا میں السلام علی النبی بھی پڑھ لے تو جائز ہے راجح وہی ہے جو اوپر حدیث میں درج ہے۔



نماز میں درودِ ابراہیمی کی فضیلت

حدیث: ۲۰

((عن كعب بن عجرة عن رسول الله ﷺ قال: قولوا اللهم صل على محمد وعلي آل محمد كما صليت على إبراهيم وعلي آل إبراهيم إنك حميد مجيد اللهم بارك على محمد وعلي آل محمد كما باركت على إبراهيم وعلي آل إبراهيم إنك حميد مجيد))
 كعب بن عجره رضي الله عنه سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہو:
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى
 اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى
 مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
 اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ“ [صحیح البخاری: ۱/۲۷۷۷ ج ۳۳۸۰]

فوائد:

- ① اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تشہد میں درود (ابراہیمی) پڑھنا فرض ہے۔
- ② اس حدیث کے عموم اور حدیث نسانی سے استدلال کرتے ہوئے پہلے تشہد میں درود پڑھنا بھی صحیح ہے بلکہ زیادہ بہتر اور پسندیدہ ہے۔

[۲۳۱/۳ ج ۱، ۱۷۲۱، والسنن الکبریٰ للبیہقی: ۴/۴۹۹، ۵۰۰]

③ درج بالا درود ابراہیمی کے بارے میں محمد الیاس فیصل دیوبندی تقلیدی نے نماز پیغمبر ص ۱۹۸ اور ”چالیس حدیثیں“ (ص ۲۱، ۲۲، ۲۵) میں غلطی سے صحیح مسلم (ح ۴۰۵) کا حوالہ دے دیا ہے حالانکہ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ صحیح مسلم میں قطعاً موجود نہیں، صحیح بخاری کی حدیث کو جان بوجھ کر صحیح مسلم سے منسوب کر دینا محمد الیاس صاحب کی حدیث میں قلیل البضاعتی اور ضعیف ہونے کی دلیل ہے۔



درود کے بعد اشارہ کرنا

حدیث: ۲۱

((عن عبد الله بن الزبير قال : كان رسول الله ﷺ إذا قعد يدعو ، وضع يده اليمنى على فخذيه اليمنى ويده اليسرى على فخذيه اليسرى وأشار بإصبعه السبابة ووضع إبهامه على إصبعه الوسطى ويلقن كفه اليسرى ركبته))

عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب (نماز میں) بیٹھتے (اور) دعا کرتے (تو) اپنا دایاں ہاتھ اپنی دائیں ران پر اور بائیں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے ، اور اپنا انگوٹھا درمیانی انگلی (کی جڑ) پر رکھتے ، اور بائیں ہتھیلی کو پھیلا کر اپنا گھٹنا پکڑ لیتے تھے۔

[صحیح مسلم: ۵۷۹۲/۱]

نوٹ:

① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تشہد میں عند الدعاء انگلی کا اشارہ کرنا مسنون ہے، بعض لوگ أشهد أن لا إله إلا الله پر رکھ دیتے ہیں، یہ بات کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، بلکہ احادیث کا ظاہر مفہوم یہی ہے کہ شروع سے آخر تک انگلی اٹھائی جائے، مولوی عاشق الہی میرٹھی دیوبندی لکھتے ہیں کہ ”تشہد میں جو رفع سببہ کیا جاتا ہے اس میں تردد تھا کہ اس اشارہ کا بقاء کس وقت تک کسی حدیث میں منقول ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ حضرت قدس سرہ (یعنی رشید احمد گنگوہی رناقل) کے

حضور پیش کیا گیا، فوراً ارشاد فرمایا کہ ترمذی کی کتاب الدعوات میں حدیث ہے کہ آپ نے تشہد کے بعد فلاں دعا پڑھی اور اس میں سبابہ سے اشارہ فرما رہے تھے، اور ظاہر ہے کہ دعا قریب سلام کے پڑھی جاتی ہے پس ثابت ہو گیا کہ اخیر تک اسکا باقی رکھنا حدیث میں منقول ہے۔“ [تذکرۃ الرشید: ۱۱۳۶]

بعض لوگوں نے چند فقہی روایات کی وجہ سے اس اشارہ سے منع کیا ہے مثلاً خلاصہ کیدانی ② کا مصنف لکھتا ہے (الباب الخامس فی المحرمات والإشارة بالسبابة كاهل الحديث ص ۱۵، ۱۶) یعنی پانچواں باب محرمات (حرام چیزوں) میں اور شہادت کی انگلی کے ساتھ اشارہ کرنا جس طرح اہل حدیث کرتے ہیں (یہ قول درج بالا حدیث و دیگر دلائل کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے اصلاً مردود ہے)

اس سنت صحیحہ کے خلاف نام نہاد مجددین نے بھی اپنے مکاتیب وغیرہ میں انتہائی قابل مذمت ”گوہر افشانی“ کر رکھی ہے۔ ③



دعا میں منہ پر ہاتھ پھیرنا

حدیث: ۲۲

امام بخاری نے فرمایا:

((حدثنا إبراهيم بن المنذر قال : حدثنا محمد بن فليح قال :
أخبرني أبي عن أبي نعيم ، وهو وهب ، قال : رأيت ابن عمرو
ابن الزبير يدعوان يديران بالراحتين على الوجه))
ابو نعیم وہب بن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر اور
عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا آپ دونوں دعا کرتے تھے (پھر) اپنی دونوں
ہتھیلیاں اپنے منہ پر پھیرتے تھے۔ [الادب المفرد للبخاری ص ۲۱۴، ج ۶، باب ۲۷۶]
اس روایت کی سند حسن ہے۔ اور اس پر بعض لوگوں کی جرح مردود ہے۔

فوائد:

- ① دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانا متواتر احادیث سے ثابت ہے۔
[نظم المتن شمس الحدیث المتواتر للکتانی ص ۱۹۰]
- ② درج بالا حدیث سے دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا ثابت ہوتا ہے۔
- ③ فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اگر بغیر التزام و لزوم کے کبھی
کبھارا اجتماعی دعا کر لی جائے تو کوئی حرج نہیں۔
- ④ فرض نماز کے بعد انفرادی دعا کا ثبوت کئی احادیث میں ہے، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما
کی ایک روایت سے انفرادی طور پر ہاتھ اٹھانا معلوم ہوتا ہے۔

[مجمع الزوائد ج ۱۰، ص ۱۶۹]

حافظ بیہمی نے اس کے راویوں کو ثقہ کہا ہے مگر ہمیں اس کی سند نہیں ملی تا کہ حافظ صاحب کے بیان کی تحقیق کی جاسکے۔

④ درخواست پر دعا کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

⑤ مجمع الزوائد والی روایت طبرانی کی سند امام ابن کثیر کی جامع المسانید (۵۲۹/۸)

میں موجود ہے، اس کے راوی سلیمان بن الحسن العطار کے حالات مطلوب ہیں۔

تنبیہ: سلیمان بن الحسن العطار بقول راجح: صدوق ہے لیکن فضیل بن سلیمان جمہور محدثین

کے نزدیک ضعیف ہے۔ [دیکھئے السلسلہ الضعیفہ للشیخ الالبانی رحمہ اللہ ۵۶۶/۲ ج ۲۵۴۳]

محترم مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے فضیل کے بارے میں تقریب التہذیب

سے ”صدوق ولہ خطا کثیر“ کے الفاظ نقل کئے ہیں۔

[العلل المتناہیۃ لابن الجوزی کا حاشیہ: ۳۶۶/۲ ج ۱۴۱۹ حاشیہ نمبر ۳]

اور جس کی خطا کثیر (زیادہ) ہو وہ ضعیف راوی ہوتا ہے۔ فضیل کی صحیحین میں

روایات متابعات و شواہد کی وجہ سے صحیح ہیں، والحمد للہ



نفلی نمازیں

حدیث: ۲۳

((عن أم حبيبة زوج النبي ﷺ أنها سمعت رسول الله ﷺ يقول: مامن عبد مسلم يصلي لله كل يوم اثني عشر ركعة تطوعاً غير فريضة بنى الله له بيتاً في الجنة))

نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جو مسلمان بندہ ہر روز نماز کی فرض رکعتوں کے علاوہ بارہ رکعات نفل (روزانہ) پڑھتا ہے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں ایک محل بنا دیتا ہے۔ [صحیح مسلم: ۲۵۱/۱: ۲۸۷-۲۸۸]

فوائد:

- ① اس حدیث پاک اور دیگر احادیث مبارکہ میں فرض نمازوں کے علاوہ بارہ رکعات نفل کی بڑی فضیلت آئی ہے، چار ظہر سے پہلے اور دو بعد، دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد اور دو صبح کی فرض نماز سے پہلے۔
- ② بعض روایات میں ظہر کے بعد چار اور عصر سے پہلے چار رکعات کی بھی فضیلت آئی ہے، یہ رکعتیں دو سلام سے پڑھنی چاہئیں۔ [صحیح ابن حبان، الاحسان: ۷۷۷/۳: ۲۳۲۳]
- ③ صحیح بخاری (۱۲۸/۱: ۹۳۷) وغیرہ میں ظہر سے پہلے دو رکعتیں بھی ثابت ہیں۔

④ قیام اللیل للمروزی (ص ۷۴) میں بلا سند ابو معمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ (نامعلوم) اشخاص مغرب کے بعد چار رکعات پڑھنے کو مستحب سمجھتے ہیں، یہ روایت بلا سند ہونے کی وجہ سے اصلاً مردود ہے۔

⑤ مختصر قیام اللیل (ص ۵۸) میں بغیر کسی سند کے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ (نامعلوم اشخاص) عشاء سے پہلے چار رکعات پڑھنے کو مستحب سمجھتے تھے، یہ روایت بھی بلا سند ہونے کی وجہ سے اصلاً مردود ہے۔

⑥ یہ تمام رکعتیں دو دو کر کے پڑھنی چاہئیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات اور دن کی (نفل) نماز دو دو رکعت ہے۔

[صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۴۲ ح ۱۲۱۰ صحیح ابن حبان: موارد الظمان ج ۶ ص ۶۳۶]

ایک سلام کے ساتھ (نفل) چار اکٹھی رکعتیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت نہیں ہیں۔

بعض آثار کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک سلام سے نوافل و سنن کی چار رکعتیں، اکٹھی پڑھنی جائز ہیں مگر افضل یہی ہے کہ دو دو کر کے پڑھی جائیں۔

④ مغرب کی اذان کے بعد فرض نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کا جواز ثابت ہے قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے (صحیح البخاری: ۱۵۷۱ ح ۱۱۸۳) اور فعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔

[مختصر قیام اللیل للمروزی: ص ۶۲، وقال: هذا اسناد صحيح على شرط مسلم]

⑧ مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعتیں (اوابین) پڑھنے والی روایت عمر بن ابی شعم کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ [دیکھئے ترمذی ج ۱ ص ۹۸ ح ۴۳۵]

⑨ جمعہ کے خطبہ سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چار رکعتیں ثابت نہیں ہیں اور نہ کوئی خاص عدد، جتنی مقدر ہو پڑھیں، حالت خطبہ میں دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھ جائیں جمعہ کے بعد چار بھی صحیح ہیں۔

(مسلم: ۸۸۱ ح ۲۸۸۱) اور دو بھی (بخاری: ۱۱۸۳ ح ۹۳۷) چار بہتر ہیں۔

صبح کی دو سنتیں

حدیث: ۲۴۰

((عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: إذا أقيمت الصلوة فلا صلوة إلا المكتوبة))
 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب نماز کی اقامت ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی دوسری نماز نہیں ہوتی۔ [صحیح مسلم: ۱/۲۴۷ ج ۱۰: ۷۱۰]

فوائد:

- ① اس حدیث سے ثابت ہوا کہ فرض نماز (مثلاً نماز صبح وغیرہ) کی اقامت کے بعد سنتیں یا نفل پڑھنا غلط اور باطل ہے، قرآن پاک کی آیت ﴿وَأَرَكِعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾ اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو، سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔
- ② صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما کی متعدد احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صبح کی فرض نماز کے ہوتے ہوئے دو رکعتیں نہیں پڑھنی چاہئیں، صحیح ابن خزیمہ کی ایک روایت میں ہے: ”فنہلی أن يصلي في المسجد إذا أقيمت الصلوة“، یعنی آپ ﷺ نے اقامت ہو جانے کے بعد مسجد میں دوسری نماز پڑھنے سے منع فرمادیا۔

[۱۱۲۶ ج، ۱۷۰۲]

- ③ ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جناب قیس بن قہد رضی اللہ عنہ نے صبح کے فرضوں کے بعد

دو رکعتیں (سنتیں) پڑھیں تو رسول اللہ ﷺ نے معلوم ہو جانے پر انھیں کچھ نہ کہا بلکہ سکوت کیا۔

[دیکھئے صحیح ابن خزیمہ ۱/۶۴۲ ح ۱۱۶، صحیح ابن حبان ۸/۲۴۸، الاحسان، ح ۲۳۶۲، المستدرک ۲/۲۵۰، ح ۱۰۱۷۰] اسے ابن خزیمہ، ابن حبان حاکم اور ذہبی چاروں نے صحیح کہا ہے۔ اس روایت کی سند پر ابن عبد البر کی جرح، جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

④ امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ ”جس کی صبح کی دو سنتیں رہ جائیں وہ یہ سنتیں نہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے پڑھے اور نہ طلوع ہونے کے بعد۔“

[دیکھئے الہدایہ (۱۵۶/۱) باب ادراک الفریضۃ]

امام صاحب کا یہ قول درج بالا حدیث صحیح کے خلاف ہے اور ترمذی (۹۶/۱) (۴۲۳) وغیرہ کی اس ضعیف حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں طلوع شمس کے بعد یہ سنتیں ادا کرنے کا ذکر ہے (یہ روایت قتادہ مدلس کے معنی کی وجہ سے ضعیف ہے)

⑤ بعض تقلید پرستوں نے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے خلاف بعض صحابہ کے آثار پیش کئے ہیں جن میں سے اکثر ثابت نہیں ہیں۔ مثلاً مجمع الزوائد (۷۵/۲) میں بحوالہ طبرانی (المعجم الکبیر: ۳۱۹/۹، ۹۳۸، ۹۳۸۵) جو اثر ہے کہ جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے امام کی فرض نماز کے وقت دو سنتیں پڑھیں، یہ سند ابواسحاق مدلس کے معنی کی وجہ سے ضعیف ہے، اگر طحاوی وغیرہ کے بعض آثار کو صحیح بھی مان لیا جائے تو قرآن اور صریح مرفوع احادیث کے مقابلے میں چند آثار کو پیش کرنا غلط اور باطل ہے، یاد رہے کہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جماعت کے دوران میں سنتیں پڑھنے کے قائل نہیں تھے۔

⑥ ظفر احمد عثمانی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”ولا حجة في قول الصحابي في معارضة المرفوع“

یعنی: (دیوبندیوں) کے نزدیک (مرفوع حدیث کے مقابلے میں صحابی کے

قول میں کوئی حجت نہیں ہے۔ [اعلاء السنن: ۱/۲۳۸، تحت ح ۴۳۲]

نماز میں مسنون قراءت

حدیث: ۲۵

((عن أبي هريرة قال: كان رسول الله ﷺ يقرأ في الفجر يوم الجمعة ﴿آم تنزيل﴾ و﴿هل أتى على الإنسان﴾))
 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ صبح کی (فرض) نماز میں جمعہ کے دن، آم تنزيل (سورۃ السجدۃ) اور هل اتی علی الانسان (سورۃ الدھر) تلاوت فرماتے تھے۔ [صحیح البخاری: ۱۲۲۱ ج ۸۹۱ صحیح مسلم: ۲۸۸۱ ج ۸۸۰]

فوائد:

- ① اس حدیث پاک سے نمازوں میں قراءت کے تعین کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔
- ② تمام مساجد کے اماموں کو چاہئے کہ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورہ سجدہ اور سورہ دھر کی تلاوت کریں۔
- ③ جمعہ کی فرض نماز میں، پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری میں سورہ غاشیہ پڑھنا مسنون ہے۔ [دیکھئے صحیح مسلم: ج ۱ ص ۲۸۷، ۲۸۸ ج ۸۷۸]
- ④ اگر جمعہ کے دن عید آجائے تو جمعہ اور عید دونوں میں سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ پڑھنا مسنون ہے۔ [صحیح مسلم: ج ۱ ص ۲۸۸، ۲۸۷ ج ۸۷۸]
- ⑤ عید کی نماز میں سورۃ القمر اور ق والقرآن المجید پڑھنا بھی مسنون ہے۔ [صحیح مسلم: ج ۱ ص ۲۹۱، ۲۹۲ ج ۸۹۱]
- ⑤ پہلی رکعت میں چھوٹی اور دوسری رکعت میں لمبی سورت پڑھنا بھی جائز ہے مثلاً اول

- میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری میں سورۃ الغاشیہ۔
- ⑥ سورتوں میں تقدیم و تاخیر بھی جائز ہے مثلاً پہلے سورۃ النساء پڑھے اور بعد میں آل عمران پڑھے۔ [صحیح مسلم: ۷۷۲۶۲۱ ح ۷۷۲۶۲۱]
- تاہم ترتیب بہتر ہے جیسا کہ عام احادیث سے ثابت ہے۔
- ④ نماز میں ایک آیت بار بار پڑھنا بھی جائز ہے۔
- [سنن النسائی: ۱۵۶۸۱، ۱۵۶۸۲ ح ۱۰۱۱ صحیح الحاکم والذہبی: ۸۷۹۲۳۱ ح ۸۷۹۲۳۱ والبیہقی]
- مزید تحقیق کے لئے دیکھئے مختصر قیام اللیل للمروزی (ص ۱۳۰)
- ⑧ ان معینہ سورتوں کو صرف وہی حضرات پڑھتے ہیں، جن کے ہاں سنت رسول اللہ ﷺ کی اہمیت ہے اور جنہیں اللہ تعالیٰ سنت پر عمل کی توفیق دیتا ہے، یاد رہے کہ سنت رسول بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہے، اس چیز کا مشاہدہ کرنا چاہیں تو آپ نماز جمعہ میں متبعین سنت کی کسی بھی مسجد میں چلے جائیں وہاں آپ دیکھیں گے کہ یہی مسنون سورتیں پڑھی جا رہی ہیں، جبکہ بدعت علاقائی ہوتی ہے آپ دیگر مساجد میں جا کر دیکھ لیں کہ کسی مسجد میں کچھ سورتیں پڑھی جا رہی ہیں اور کسی دوسری مسجد میں کوئی اور سورتیں پڑھی جا رہی ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب محمد ﷺ کی سنت کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔



تعداد رکعات وتر

حدیث: ۲۶

((عن ابن عمر عن النبي ﷺ قال: الوتر ركعة من آخر الليل))
ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وتر ایک رکعت ہے
رات کے آخری حصہ میں۔ [صحیح مسلم: ۱/۲۵۷ ح ۷۵۲]

فوائد:

- ① اس حدیث سے ایک رکعت وتر کا جواز صراحت سے ثابت ہے۔
- ② نبی ﷺ سے ایک رکعت کا ثبوت قولاً اور فعلاً دونوں طرح احادیث سے ثابت ہے۔ [مثلاً دیکھئے صحیح البخاری: ۱/۳۶۱ ح ۹۹۶، صحیح مسلم: ۱/۲۵۷ ح ۷۵۷-۷۵۱ وغیرہما]
- ③ حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”الوتر حق علی کل مسلم فمن أحب أن يوتر بخمس فليفعل ومن أحب أن يوتر بثلاث فليفعل ومن أحب أن يوتر بواحدة فليفعل“ وتر ہر مسلمان پر حق ہے پس جس کی مرضی ہو پانچ وتر پڑھے اور جس کی مرضی ہو تین وتر پڑھے اور جس کی مرضی ہو ایک وتر پڑھے۔ [سنن ابی داؤد: ۱/۲۰۸ ح ۱۴۲۲، سنن النسائی: ۱/۲۳۹ ح ۱۷۱۱]
- اس حدیث کو امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔ [الاحسان: ۳/۶۳۷ ح ۲۴۰۳]
- اور حاکم و ذہبی دونوں نے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ [المستدرک: ۳/۲۱۱]
- ④ تین رکعت وتر پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیں، پھر ایک وتر

پڑھیں۔

[صحیح مسلم: ۲۵۴۱/۲۵۴۸، صحیح ابن حبان: الاحسان، ۴/۷۰۶، ۲۳۲۶، مسند احمد: ۲/۶۷۲، ۵۳۶۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۳۲۱/۷۵۷]

ایسی ایک روایت المستدرک سے نقل کرنے کے بعد انور شاہ کاشمیری صاحب دیوبندی کہتے ہیں:

”یہ روایت قوی ہے“ اس اعتراف کے بعد بانگِ دہل لکھواتے ہیں کہ
”میں چودہ سال تک اس حدیث (کے جواب) میں سوچتا رہا۔ اور پھر مجھے
اس کاشافی و کافی جواب مل گیا۔“

[فیض الباری: ۳/۵۷۲، العرف الشذی: ۱/۱۰۷، معارف السنن: ۳/۲۶۴، واللفظ لہ درس الترمذی: ۳/۲۳۴]

یہ جواب اصلاً مردود ہے اور باطنیوں کی تاویلات سے بھی زیادہ بعید ہے۔
مومن کی تو یہ شان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کا فرمان
آجائے تو سر تسلیم خم کر دے اس کا عمل اگر خلاف سنت تھا تو اب دلیل مل جانے پر اپنے عمل کو
حدیث رسول کے مطابق کر لے۔ یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ حدیث رسول کو اپنے پہلے سے
طے شدہ فرقے اور آباء و اجداد کے عمل کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا پھرے؟
”خود بدلتے نہیں حدیث کو بدل دیتے ہیں“

اللہ تعالیٰ ایسی سوچ و فکر سے اپنی پناہ میں رکھے۔

⑤ تین وتر، نماز مغرب کی طرح ادا کرنے ممنوع ہیں۔

[دیکھئے صحیح ابن حبان: الاحسان، ۴/۷۰۶، المستدرک: ۱/۳۰۴، ۱۱۳۷-۱۱۳۸، صحیح الحاکم والذہبی علی شرط البخاری و مسلم]

تین رکعت وتر ایک سلام سے پڑھنے، نبی کریم ﷺ سے باسند صحیح ثابت نہیں ہیں۔

⑥ خلیل احمد انیسٹھوی دیوبندی انوار ساطعہ کے بدعتی مولوی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وتر کی ایک رکعت احادیث صحاح میں موجود ہے اور عبد اللہ بن عمرؓ اور ابن

عباسؓ وغیرہما صحابہؓ اس کے مقرا اور مالکؓ، شافعیؒ و احمدؒ کا وہ مذہب پھر اس
پر طعن کرنا مؤلف کا ان سب پر طعن ہے کہ وہ اب ایمان کا کیا ٹھکانا،

[براہین قاطعہ ص ۷۷]



وتر کا طریقہ

حدیث: ۲۷

((عن ابن عمر قال كان رسول الله ﷺ يفصل بين الشفع والوتر بتسليم يسمعا))
ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (وتر کی) جفت (دو) اور وتر (ایک) رکعت کو سلام کے ساتھ جدا (علیحدہ) کرتے تھے اور یہ سلام ہمیں سناتے تھے، یعنی اونچی آواز سے سلام کہتے تھے۔

[صحیح ابن حبان/الاحسان: ۷۰/۴: ۲۴۲۶ ج ۲]

فوائد:

- ① اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تین رکعات وتر پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ دو پڑھ کر سلام پھیر دیں اور پھر ایک علیحدہ رکعت پڑھیں۔
- ② جن روایات میں ”ثم یصلی ثلاثاً“ پھر آپ تین وتر پڑھتے تھے۔

[مسلم: ۲۵۴۱ ج ۲ ص ۴۳۸]

ان کا مطلب یہ ہے کہ دو علیحدہ اور ایک علیحدہ پڑھتے تھے، دلیل کے لئے دیکھئے صحیح مسلم (۲۵۴۱ ج ۲ ص ۴۳۶) ”یسلم بین کل رکعتین ویوتر بو احدة“ یعنی آپ گیارہ رکعات اس طرح پڑھتے کہ ہر دو رکعت پر سلام پھیر دیتے اور آخر میں ایک وتر پڑھتے تھے۔

③ جن مرفوع روایات میں ایک سلام سے تین رکعتوں کا ذکر آیا ہے، وہ سب بلحاظ سند ضعیف ہیں، بعض میں قتادہ مدلس ہے، تاہم اگر کوئی ان ضعیف روایات پر عمل کرنا چاہے تو دوسری رکعت میں تشہد کے لئے نہیں بیٹھے گا، بلکہ صرف آخری رکعت میں ہی تشہد کے لئے بیٹھے گا، جیسا کہ السنن الکبریٰ للبیہقی میں قتادہ کی روایت میں ہے، زاد المعاد (۳۳۰/۱) اور مسند احمد (۱۵۵/۶، ۱۵۶) والی روایت ”لایفصل فیہن“ یزید بن یعفر کے ضعف اور حسن بصری رحمہ اللہ کے عنعنہ (دو علتوں) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

④ دو تشہد اور تین وتر والی مرفوع روایت بلحاظ سند موضوع و باطل ہے۔

[دیکھئے الاستیعاب ۴/۱۷۲ ترجمہ ام عبد بنت اسود اور میزان الاعتدال]

اس کے بنیادی راوی حفص بن سلیمان القاری اور ابان بن ابی عیاش ہیں، دونوں متروک و متہم ہیں، نیچے کی سند غائب ہے اور ایک مدلس کا عنعنہ بھی ہے، اتنے شدید ضعف کے باوجود ”حدیث اور اہل حدیث“ کے مصنف نے اس موضوع روایت سے استدلال کیا ہے۔ [دیکھئے کتاب مذکور ص ۵۶۳ طبع مئی ۱۹۹۳ء]



دعاے قنوت

حدیث: ۲۸

((عن الحسن بن علي: علمني رسول الله ﷺ كلمات أقولهن في الوتر اللهم اهدني فيمن هديت وعافني فيمن عافيت وتولني فيمن توليت وبارك لي فيما أعطيت وقني شر ما قضيت إنك تقضي ولا يقضى عليك وإنه لا يذل من واليت، تباركت ربنا وتعاليت))

حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے چند کلمات سکھائے ہیں، جنہیں میں وتر (نماز) میں پڑھتا ہوں:

اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ وَإِنَّهُ لَا يَذُلُّ مَنْ وَالَّيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ

[سنن ابی داؤد: ۲۰۸۱، ۲۰۹۹ ح ۱۴۲۵]

اسے ترمذی (۱۰۶/۱ ح ۴۶۴) نے حسن، ابن خزیمہ (۲۵۱/۲-۱۵۲ ح ۱۰۹۵، ۱۰۹۶) اور نووی نے صحیح کہا ہے۔

فوائد:

① یہ مرفوع روایت قنوت وتر کے سلسلہ میں سب سے صحیح ہے۔

هدية المسلمین 75

- ② عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً ”اللہم إنا نستعينك إلخ“ مروی ہے۔ یہ بھی صحیح ہے لیکن درج بالا کلمات فعل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی صراحت کی وجہ سے راجح ہیں۔
- ③ سنن نسائی (۲۴۸/۱ ج ۱۷۰۰) میں ہے کہ ”ویقنت قبل الركوع“ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ (اور یہی راجح ہے)
- ④ مصیبت وغیرہ کے وقت قنوت نازلہ بھی ثابت ہے، قنوت نازلہ میں رکوع کے بعد قنوت پڑھنا مسنون ہے اور اس میں دونوں ہاتھ دعا کی طرح اٹھانے مسنون ہیں۔ [دیکھئے مسند احمد ۳/۳۷۱ ج ۱۳۲۹/۱۲۲۹]
- ⑤ قنوت نازلہ پر قیاس کرتے ہوئے قنوت وتر میں بھی ہاتھ اٹھانا جائز ہیں اس بارے میں بعض ضعیف آثار بھی مروی ہیں۔ لیکن ہاتھ نہ اٹھانا راجح ہے۔ واللہ اعلم
- ⑥ جن آثار میں ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے اس سے مراد دعا والارفع یدین ہے، شروع نماز، رکوع سے پہلے اور بعد والارفع یدین نہیں، لہذا بعض مقلدین کا خلط بحث کرنا صحیح نہیں ہے۔
- ⑦ وتر یا قنوت نازلہ میں صراحت کے ساتھ منہ پر ہاتھ پھیرنا ثابت نہیں ہے، مگر مطلق دعا میں جائز ہے۔ [دیکھئے حدیث نمبر: ۲۲]
- ⑧ حکم بن عتیبہ، حماد بن ابی سلیمان اور ابواسحاق السبعمی (تابعین) سے ثابت ہے کہ وہ نماز میں جب دعائے قنوت پڑھنے کا ارادہ کرتے تو (قراءت سے) فارغ ہونے کے بعد تکبیر کہتے پھر دعائے قنوت پڑھتے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/۳۰۷ ج ۶۹۵۱ و سندہ صحیح]

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وتر کی آخری رکعت میں جب آپ قراءت سے فارغ ہو جائیں تو تکبیر کہہ کر اونچی آواز سے دعائے قنوت پڑھیں، پھر جب رکوع کرنا چاہیں تو تکبیر کہیں“

[مصنف عبدالرزاق: ۳/۳۴۳ ج ۲۷۰۲ و سندہ صحیح سفیان الثوری لایلس عن منصور، فی حدیث صحیح ولو معین]

تنبیہ: رکوع سے پہلے ہر تکبیر میں رفع یدین کرنا ثابت ہے۔ دیکھئے ص ۳۶

قیام رمضان، یعنی تراویح

حدیث: ۲۹

((عن عائشة رضي الله عنها قالت : كان رسول الله ﷺ يصلي فيما بين أن يفرغ من صلاة العشاء ، وهي التي يدعو الناس العتمة إلى الفجر إحدى عشرة ركعة ، يسلم بين كل ركعتين ويوتر بواحدة))

(سیدہ) عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز جسے لوگ عتمہ کہتے ہیں ، سے فارغ ہونے کے بعد نماز فجر تک گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے (اور) ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے اور (پھر) ایک رکعت وتر پڑھتے تھے۔ [صحیح مسلم: ۲۵۲/۱ ح ۷۳۶۷]

فوائد:

① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کی نماز کل گیارہ (۲+۲+۲+۲+۱) رکعات ہیں۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ رمضان ہو یا غیر رمضان، رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے الخ (۲۶۹/۱ ح ۲۰۱۳، عمدۃ القاری: ۱/ ۱۲۸ کتاب الصوم کتاب التراویح باب فضل من قام رمضان) اس کے مقابلے میں بیس والی جو روایت پیش کی جاتی ہے، محدثین نے بالاتفاق اسے رد کر دیا ہے، انور شاہ کشمیری دیوبندی الملاء کراتے ہیں:

”اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔“ [العرف الشدی: ۱۶۶/۱]

② رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں جو نماز پڑھی تھی، آٹھ رکعتیں اور (تین) وتر تھے۔

[صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۸/۲ ح ۱۰۷۰، صحیح ابن حبان: ۶۲/۲ ح ۶۲۰۱ ح ۲۳۰۱]

اس کے راوی جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔ دیکھئے تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی

جائزہ (ص ۱۶، ۱۹، ۲۰۶) اس مفہوم کی مؤید ایک روایت مسند ابی یعلیٰ میں بھی ہے جسے

حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔ [مجمع الزوائد: ۷۴۲]

③ عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ لوگوں کو (رمضان میں

رات کے وقت) گیارہ رکعات پڑھائیں۔

[موطا امام مالک: ۱۱۴/۱ ح ۲۳۹، صحیح الضیاء المقدسی فی المختارۃ والنیسوی وقواہ الطحاوی]

اس حکم کے بموجب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔

[سنن سعید بن منصور صحیح السیوطی راجحاً فی الفتاویٰ: ۳۵۰/۱]

④ عمر رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات تراویح قولاً وفعلاً یا تقریراً قطعاً ثابت نہیں ہیں، یزید بن

رومان والی روایت منقطع ہے، دوسرے یہ کہ یہ نہ قول ہے نہ فعل نہ تقریر بلکہ نامعلوم

لوگوں کا عمل ہے۔

⑤ امام مالک بھی صرف گیارہ رکعات کے قائل تھے۔

[کتاب الصلاة والتہجد لعبدالحق الأشعری ص ۲۸۷]

اور یہی تحقیق ابوبکر بن العربی وغیرہ کی ہے۔ [دیکھئے عارضۃ الاحوذی: ۱۹/۲]

امام ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی (متوفی: ۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

”وقال کثیر من أهل العلم إحدى عشرة رکعة أخذاً بحديث

عائشة المتقدم“

بہت سے علماء نے کہا ہے کہ قیام رمضان (تراویح) کا عدد گیارہ رکعات ہے، اس

سلسلے میں انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے حجت پکڑی ہے جو کہ گزر چکی ہے۔

[المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم: ۳۹۰۲، باب الترغیب فی قیام رمضان]

⑥ انور شاہ کشمیری صاحب کے نزدیک تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے۔

[فیض الباری: ۴۲۰۲، العرف الشذی: ۱۶۶/۱]



تکبیرات عیدین

حدیث: ۳۰

((عن عبد الله عمرو بن العاص قال: قال نبي الله ﷺ: التكبير في الفطر سبع في الأولى وخمس في الآخرة والقرأة بعدهما كلتيهما))

عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں پہلی (رکعت) میں سات تکبیریں ہیں اور دوسری میں پانچ تکبیریں اور قراءت دونوں رکعتوں میں تکبیروں کے بعد ہے۔

[سنن ابی داؤد: ۱۷۰۱ ج ۱ ص ۱۱۵]

اسے احمد بن حنبل، علی بن المدینی، البخاری اور النووی وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔

[التلخیص الحمبر: ۲۰۸ ج ۱ ص ۶۹۱ ونبیل المقصود فی التعلیق علی سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۱۵، المؤلف ہذا الکتاب]

فوائد:

① اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عید کی نماز میں بارہ تکبیریں مسنون ہیں، سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں۔

② نافع رحمہ اللہ نے کہا: میں نے عید الاضحیٰ اور عید الفطر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پڑھی آپ نے پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہیں اور دوسری میں پانچ۔

[موط امام مالک: ۱۸۰۱ ج ۱ ص ۳۳۵ تحقیقی و اسناد صحیح]

اور یہی مسئلہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ثابت ہے۔

[دیکھئے احکام العیدین للفریابی: ص ۶۷ ح ۱۲۸ و اسنادہ صحیح]

③ ابوداؤد کی ایک غیر قولی روایت میں چار تکبیروں کا ذکر بھی آیا ہے۔ [۱۱۵۳ ح ۱۷۰/۱] لیکن اس کی سند ابو عاتشہ راوی کی وجہ سے ضعیف ہے، ابو عاتشہ کے بارے میں خلیل احمد انیسٹھوی دیوبندی نے کہا: ”ابن حزم اور ابن القطان نے کہا: مجہول ہے، اور ذہبی نے میزان میں کہا: غیر معروف“ (بذل المجہول: ۱۹۰/۶) اس حدیث کے راوی امام مکتول رحمہ اللہ بھی بارہ تکبیرات کے قائل تھے۔

[ابن ابی شیبہ: ۵۲۲ ح ۱۳۷۵۷ والفریابی: ح ۲۲۲ باسناد صحیح]

④ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے ہر تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔

[مسند احمد: ۳۲۲ ح ۱۳۷۵۷، صحیح ابن الجارود: ح ۱۷۸]

اس روایت سے امام بیہقی اور امام ابن المنذر رحمہما اللہ نے استدلال کیا ہے کہ تکبیرات عید میں رفع یدین کرنا چاہئے۔ [التلخیص الحمیر: ۸۶۲ ح ۶۹۲] یہ استدلال بالکل صحیح ہے اور اس کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔

⑤ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں ہر اشارہ پر ہر انگلی کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے۔ [المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۱۹ ح ۲۹۷۱۷]

اس کی سند حسن ہے۔ [مجمع الزوائد: ۱۰۳/۲]

لہذا ثابت ہوا کہ بارہ تکبیروں سے ایک سو بیس نیکیاں ملتی ہیں۔

⑥ حسن سند کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ تلاوت کے لئے تکبیر کہتے تھے پھر سجدہ کرتے تھے۔ [سنن ابی داؤد: ج ۱ ص ۲۰۷ ح ۴۱۳]

لہذا ثابت ہوا کہ سجدہ تلاوت کی تکبیر کہتے وقت بھی رفع یدین کرنا چاہئے۔

امام اسحاق بن منصور فرماتے ہیں:

”ورأيت أحمد رحمه الله تعالى إذا سجد في تلاوة في الصلوة“

رفع يديه“

اور میں نے (امام) احمد (بن حنبل) رحمہ اللہ کو دیکھا ہے کہ آپ جب نماز میں
سجدة تلاوت کرتے تو (تکبیر کہتے وقت) رفع یدین کرتے تھے۔

[کتاب المسائل عن احمد واسحاق، المجلد الاول: ص ۲۸۱]



مسافتِ سفر جس میں (نماز) قصر کرنا مسنون ہے

حدیث: ۳۱

((عن يحيى بن يزيد الهناني قال: سألت أنس بن مالك عن قصر الصلوة فقال كان رسول الله ﷺ إذا خرج ثلاثة أميال أو ثلاثة فراسخ - شعبة الشاك - صلى ركعتين))
 یحییٰ بن یزید الہنائی سے روایت ہے کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نماز قصر کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب تین میل یا تین فرسخ (نومیل) سفر کے لئے نکلتے [شعبہ کو (تین میل یا تین فرسخ کے بارے میں) شک ہے] تو آپ دو رکعتیں پڑھتے۔ [صحیح مسلم: ۲۳۲۱ ح ۶۹۱]

فوائد:

- ① اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ نومیل پر قصر کرنا مسنون ہے۔
- ② ابن عمر رضی اللہ عنہما تو تین میل پر بھی قصر کے جواز کے قائل تھے۔
 [مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/۲۳۳ ح ۸۱۲۰ و سندہ صحیح]
- ③ عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی کے قائل تھے۔
 [فتاویٰ عمر اردو ص ۳۹۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/۲۳۵ ح ۸۱۳۷]
- ④ ابن حزم کے نزدیک سیدنا انس رضی اللہ عنہ۔ راوی حدیث بھی نومیل کے قائل تھے۔
 [المحلی: ۸/۵ مسئلہ: ۵۱۳]

احتیاط بھی اسی میں ہے کہ شک سے نکلنے ہوئے، کم از کم نو میل پر قصر کیا جائے، اسی طرح تمام احادیث پر باسانی عمل ہو جاتا ہے۔

⑤ صحیح بخاری کی جس روایت میں آیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما چار برد (۲۸ میل) پر قصر کرتے تھے، اس حدیث کے مخالف نہیں ہے، کیونکہ نو میل پر قصر کرنے والا خود بخود اڑتا لیس (۲۸) میل پر قصر کرے گا۔ اس اثر میں یہ بات بالکل نہیں ہے کہ وہ اڑتا لیس میل (۲۸) سے کم پر قصر نہیں کرتے تھے۔



مدت قصر

حدیث: ۳۲

((عن ابن عباس قال: أقام النبي ﷺ تسعة عشر، يقصر فنحن إذا سافرنا تسعة عشر قصرنا وإن زدنا أتممنا))
ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی ﷺ نے انیس (۱۹) دن قیام کیا، آپ قصر کرتے تھے۔ پس اگر ہم انیس (۱۹) دن سفر میں ہوتے تو قصر کرتے، اور اگر اس سے زیادہ (قیام میں) رہتے تو پوری پڑھتے۔ [صحیح البخاری: ۱۰۸۰ ج ۱۰۸۰]

فوائد:

- ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انیس (۱۹) دن ٹھہرنے کی نیت والا مسافر قصر کرے گا۔ اور اگر اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو پوری پڑھے گا۔
- ② سنن ترمذی (۱۲۲/۱ ج ۵۲۸) میں بلا سند آیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس مسافر نے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لی وہ پوری نماز پڑھے گا، یہ اتر صحیح سند کے ساتھ مصنف عبدالرزاق (۵۳۳/۲ ج ۴۳۴) و مصنف ابن ابی شیبہ (۴۵۵/۲ ج ۸۲۱) میں موجود ہے۔
- ③ کتاب الآثار محمد بن الحسن الشیبانی میں: ”أخبرنا أبو حنيفة عن حماد قال حدثنا موسى بن مسلم عن مجاهد عن عبد الله بن عمر“ کی سند سے ایک روایت موجود ہے۔ (ص ۲۰۱ ج ۱۸۸) لیکن یہ سند سخت ساقط الاعتبار بلکہ

موضوع ہے۔

۱: محمد بن الحسن محدثین کے نزدیک سخت مجروح ہے، بلکہ امام ابن معین نے کہا:

”جہمی کذاب“ [لسان المیزان: ۱۳۹/۵، کتاب الضعفاء للعقيلي: ۵۵/۴ ت ۱۶۱۲ وسندہ صحیح]

ب: حماد بن ابی سلیمان مختلف ہے۔ (مجمع الزوائد: ۱۱۹/۱، ۱۲۰) امام ابو حنیفہ کا اس سے

سماع قبل از اختلاط ثابت نہیں ہے۔ [دیکھئے حدیث: ۹، نیز دیکھئے نمبر: ۲]

۴) جو لوگ مدت سفر کی تحدید تین دن کے اندر کرتے ہیں، ان کے پاس کوئی صریح صحیح

دلیل نہیں ہے نص صریح کے مقابلے میں عموماً پر قیاس کرنا مجروح ہے۔ واللہ اعلم



سفر میں جمع بین الصلاتین الجمع بین الصلاتین فی السفر

حدیث: ۳۳

((عن معاذ قال: خرجنا مع رسول الله ﷺ في غزوة تبوك فكان يصلي الظهر والعصر جميعاً والمغرب والعشاء جميعاً))
معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم غزوة تبوک میں نبی ﷺ کے ساتھ نکلے، آپ ظہر و عصر کی نماز اکٹھی (یعنی جمع کر کے) پڑھتے تھے، اور مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھی پڑھتے تھے۔ [صحیح مسلم: ۲۳۶۱/۲۰۶۷]

نوٹ:

- ① اس حدیث سے سفر میں جمع بین الصلاتین کا جواز ثابت ہوتا ہے۔
- ② نبی ﷺ قرآن مجید کے شارح اعظم و مبین اعظم تھے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ کا قول یا فعل قرآن پاک کے خلاف ہو، لہذا سفر میں جمع بین الصلاتین کو قرآن مجید کے خلاف سمجھنا غلط ہے۔
- ③ متعدد صحابہ، جمع بین الصلاتین فی السفر کے قائل و فاعل تھے مثلاً ابن عباس، انس بن مالک سعد اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم [دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/۴۵۶، ۴۵۷]
- ④ عذر کے بغیر نمازیں جمع کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ [فقہ عمر: جس ۴۲۸، وروی مرفوعاً باسناد ضعیف]

هدية المسلمین

سفر بارش اور شدید عذر کی بنیاد پر جمع کرنا جائز ہے (کما ثبت فی صحیح مسلم) یہ سب شرعی عذر ہیں۔

⑤ جمع تقدیم مثلاً (ظہر کے وقت عصر اور ظہر کو اکٹھا پڑھنا) و جمع تاخیر (مثلاً عصر کے وقت، ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی پڑھنا) دونوں طرح جائز ہے۔

[مشکوٰۃ: ج ۱۱۸، باب الصلوٰۃ اسفر، بحوالہ سنن ابی داؤد: ۱/۷۷۷، ۸۰۱، ۸۰۷، ۱۲۲۰-۱۲۰۶، ترمذی: ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ح ۵۵۳]

امام ابن حبان نے اسے ”محفوظ صحیح“ کہا۔ [مرعاۃ المفاتیح: ۴/۴۰۵]

⑥ سفر میں جمع بین الصلا تین کی روایات صحیح بخاری میں بھی موجود ہیں۔

[دیکھئے صحیح بخاری ۱/۱۳۹، ح ۱۱۰۶-۱۱۱۲]

④ ابن عمر رضی اللہ عنہما بارش میں بھی دو نمازیں اکٹھی پڑھتے تھے۔

[موطا امام مالک ص ۱۲۶، وغیرہ، وسندہ صحیح]

صحیح مسلم (۷۰۵) وغیرہ کی احادیث کا عموم بھی اسی کا مؤید ہے کہ بارش میں جمع بین

الصلا تین جائز ہے۔



صلوٰۃ استسقاء

حدیث: ۳۴۰

((عن عبد الله بن زيد رضي الله عنه قال: خرج النبي ﷺ يستسقي فتوجه إلى القبلة يدعو وحول رداءه ثم صلى ركعتين يجهر فيهما بالقراءة))

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ استسقاء کے لئے نکلے، پس آپ نے دعا کرتے ہوئے قبلہ کی طرف رخ کیا اور آپ نے اپنی چادر پلٹائی پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھیں، ان میں آپ جہر کے ساتھ قراءت کر رہے تھے ﷺ۔ [صحیح البخاری: ۱۰۳۹/۱، ۱۰۳۹/۲، واللفظ لہ، صحیح مسلم: ۲۹۳۱/۱، ۲۹۳۱/۲]

فوائد:

- ① صحیح البخاری کی دوسری روایت میں ہے:
- ”ثم صلى لنا ركعتين“ پھر آپ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں۔
- ② اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جماعت کے ساتھ استسقاء کی نماز مسنون ہے۔
- ③ اس کے برخلاف ہدایہ میں لکھا ہوا ہے:
- ”ليس في الاستسقاء صلوة مسنونة في جماعة“
- (امام ابوحنیفہ نے کہا) استسقاء کے موقع پر نماز باجماعت مسنون نہیں ہے۔

صلوة التسبیح

حدیث: ۳۵

((عن ابن عباس أن رسول الله ﷺ قال للعباس بن عبدالمطلب : يا عباس ! يا عماه ! ألا أعطيك ؟ ألا أمنحك ؟ ألا أحبك ؟ ألا أفعل بك عشر خصال إذا أنت فعلت ذلك غفر الله لك ذنبك أوله وآخره قديمه وحديثه خطاه وعمده ، صغيره وكبيره ، سره وعلايته ، عشر خصال : أن تصلي أربع ركعات تقرأ في كل ركعة فاتحة الكتاب وسورة فإذا فرغت من القراءة في أول ركعة وأنت قائم قلت : سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر خمس عشرة مرة ، ثم تركع فتقولها وأنت راكع عشراً ، ثم ترفع رأسك من الركوع فتقولها عشراً ، ثم تهوي ساجداً فتقولها وأنت ساجد عشراً ، ثم ترفع رأسك من السجود فتقولها عشراً ، ثم تسجد فتقولها عشراً ، ثم ترفع رأسك فتقولها عشراً ، فذلك خمس وسبعون في كل ركعة ، تفعل ذلك في أربع ركعات ، إن استطعت أن تصلها في كل يوم مرة فافعل فإن لم تفعل ففي كل جمعة مرة ، فإن لم تفعل ففي كل شهر مرة ، فإن لم تفعل ففي كل سنة مرة فإن لم تفعل ففي عمرك مرة))

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عباس! اے چچا جان! کیا میں آپ کو کچھ عطا نہ کروں؟ کیا

آپ کو کچھ عنایت نہ کروں؟ کیا میں آپ کو کوئی تحفہ پیش نہ کروں؟ کیا میں آپ کو (درج ذیل عمل کی وجہ سے) دس اچھی خصلتوں والا نہ بنا دوں؟ کہ جب آپ یہ عمل کریں تو اللہ ذوالجلال آپ کے پہلے اور پچھلے، پرانے اور نئے، انجانے میں اور جان بوجھ کر کئے گئے تمام چھوٹے بڑے، چھپے ہوئے اور ظاہر گناہ معاف فرمادے؟ (اور وہ عمل یہ ہے) کہ آپ چار رکعات نفل اس طرح ادا کریں کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی ایک دوسری سورہ پڑھیں، جب آپ اس قراءت سے فارغ ہو جائیں تو قیام کی حالت میں ہی یہ کلمات پندرہ بار پڑھیں: ((سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ))

پھر آپ رکوع میں جائیں (اور رکوع کی تسبیحات سے فارغ ہو کر) رکوع میں ہی انہی کلمات کو دس بار دہرائیں، پھر آپ رکوع سے اٹھ جائیں اور (سمع اللہ لمن حمدہ وغیرہ سے فارغ ہو کر) دس بار یہی کلمات پڑھیں، پھر سجدہ میں جائیں (اور سجدہ کی تسبیحات اور دعائیں پڑھنے کے بعد) ان کلمات کو دس بار پڑھیں، پھر سجدہ سے سر اٹھائیں (اور اس جلسہ میں جو دعائیں ہوں پڑھ کر) دس بار انہی کلمات کو دہرائیں اور پھر (دوسرے) سجدے میں چلے جائیں (پہلے سجدے کی طرح) دس بار پھر اس تسبیح کو ادا کریں، پھر سجدہ سے سر اٹھائیں (اور جلسہ استراحت میں کچھ اور پڑھے بغیر) دس بار اس تسبیح کو دہرائیں، ایک رکعت میں کل چھتر (۶۵) تسبیحات ہوں اسی طرح ان چاروں رکعات میں یہ عمل دہرائیں، اگر آپ طاقت رکھتے ہوں تو یہ نماز تسبیح روزانہ ایک بار پڑھیں اور اگر آپ ایسا نہ کر سکتے ہوں تو ہر جمعہ میں ایک بار پڑھیں، یہ بھی نہ کر سکتے ہوں تو ہر مہینہ ایک بار میں پڑھیں، یہ بھی نہ کر سکیں تو سال میں ایک بار، اگر آپ سال میں بھی ایک بار (یہ نماز ادا) نہ کر سکتے ہوں تو زندگی میں ایک بار ضرور پڑھیں“ [سنن ابی داؤد: ۱۹۱۱، ج ۱، ۱۲۹۷]

اس کی سند حسن ہے اسے ابو بکر الآجری، ابوالحسن المقدسی، ابوداؤد وغیرہم نے صحیح کہا

ہے۔ [الترغیب والترہیب: ۴۶۸/۱]
تفصیل کے لئے راقم الحروف کی کتاب ”نیل المقصود فی التعلیق علی سنن ابی داؤد“
دیکھیں۔

یہ نماز جماعت کے ساتھ ثابت نہیں ہے لہذا صلوة التسخیر انفرادی ہی پڑھنی چاہئے۔



سورج اور چاند گرہن کی نماز

حدیث: ۳۶

((عن عائشة أن النبي ﷺ صلى بهم في كسوف الشمس أربع ركعات في سجدة الأولى أطول))
عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے انھیں سورج گرہن کی نماز دو رکعتوں میں چار رکوع کے ساتھ پڑھائی تھی پہلا رکوع زیادہ طویل تھا۔

[صحیح البخاری: ۱۳۵/۱، صحیح مسلم: ۲۹۶/۱ ح ۹۰۱]

فوائد:

- ① اس حدیث مبارک اور دیگر احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسوف و خسوف (سورج گرہن اور چاند گرہن) کی نماز دو دو رکعتیں ہیں، ہر رکعت میں دو رکوع کرنے مسنون ہیں، اور یہی جمہور علماء کا مسلک ہے۔
 - ② اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ نماز باجماعت پڑھنی مسنون ہے۔
 - ③ دیوبندیوں و بریلویوں کے نزدیک ہر رکعت میں صرف ایک رکوع ہے، دو نہیں ہیں دیکھئے (الہدایہ: ۱۷۵/۱) اس قول پر کوئی صریح دلیل نہیں ہے، لہذا درج بالا حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔
 - ④ سجدتین سے مراد رکعتیں ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے:
- ”انه صلى أربع ركعات في ركعتين واربع سجادات“ [۲۹۶/۱ ح ۹۰۱]

سجدہ سہو

حدیث: ۳۷

((عن عبد الله بن مسعود قال: قال رسول الله ﷺ: فإذا نسي أحدكم فليسجد سجدة))
 عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس اگر تم میں کوئی شخص (نماز میں) بھول جائے تو (سجدہ سہو) دو سجدے کرے۔
 [صحیح مسلم: ۲۱۳۱ ج ۲ ص ۵۷۲ ملخصاً]

فوائد:

- ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں اگر بھول چوک ہو جائے تو سہو کے دو سجدے کرنے چاہئیں۔
- ② اگر تعداد رکعات مثلاً تین چار میں شک ہو جائے تو یقین کو اختیار کر کے سلام سے پہلے دو سجدے کرنے چاہئیں۔ [صحیح مسلم: ۲۱۱۱ ج ۱ ص ۵۷۱]
- ③ اگر تشهد اول بھول جائے تو آخر میں سجدہ سہو کریں۔
 [ابوداؤد: ج ۱ ص ۱۵۵ ج ۱ ص ۳۳، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، صحیح الترمذی: ج ۱ ص ۸۹، ابن ماجہ: ج ۲ ص ۱۲۰۶، ۱۲۰۷]
- ④ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے:

“والصواب أن يسلم تسليمة واحدة وعليه الجمهور”

صحیح مسئلہ یہ ہے کہ ایک طرف سلام پھیرے، یہی جمہور کا مذہب ہے۔ [۱۲۵/۱]

نہ جانے ان جمہور سے کون سے لوگ مراد ہیں، بعض ضرورت سے زیادہ کاروباری لوگوں کے متعلق مشہور ہے کہ وہ کوئی سودا بیچتے وقت کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اس کا اتنا مول لگ گیا ہے۔ اب کسی کو کیا معلوم کہ وہ حضرت گھر سے مول لگوا کر آئے ہیں، مذہبی کتابوں میں گھریلو جمہوریت کی بات نہیں کرنی چاہئے، یہ بڑی ذمہ داری کی بات ہوتی ہے، انسان مغالطے میں پڑ جاتا ہے“ [حی علی الصلوٰۃ: ص ۱۶۳]

⑤ محقق اہل حدیث، امام، الثقفہ، المتقن الفقہیہ، شیخ الاسلام، الخطیب حافظ خواجہ محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”خفیہ سلام کے بعد سجدہ سہو کے قائل ہیں اور عام نمازوں کے آخر میں یہ مکمل التحیات پڑھتے ہیں اور دونوں طرف سلام پھیرتے ہیں یہ پتا نہیں انھیں کس نے بتلا دیا ہے کہ سجدہ سہو کرنا ہو تو صرف تشهد پڑھ کر ایک طرف سلام پھیرنا چاہئے، ایسی کوئی حدیث نہیں ہے۔“ [حی علی الصلوٰۃ: ص ۱۶۳]



صف کے پیچھے اکیلا نمازی

حدیث: ۳۸

((عن علي بن شيبان قال: خرجنا حتى قدمنا على النبي ﷺ فبايعناه وصلينا خلفه ثم صلينا وراءه صلاة أخرى فقصي الصلاة فرأى رجلاً فرداً يصلي خلف الصف قال: فوقف عليه نبي الله ﷺ حين انصرف، قال: استقبل صلاتك، فلا صلوة لفرد خلف الصف))

علی بن شیبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کی بیعت کی، اور آپ کے پیچھے نماز پڑھی، پھر ہم نے آپ کے پیچھے ایک دوسری نماز پڑھی، آپ نے نماز ادا کی تو ایک شخص کو دیکھا کہ صف کے پیچھے اکیلا نماز پڑھ رہا ہے، آپ اس کے پاس کھڑے ہو گئے جب اس نے سلام پھیرا تو آپ نے حکم دیا کہ اپنی نماز دوبارہ پڑھو، اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو صف کے پیچھے اکیلا نماز پڑھے۔

[سنن ابن ماجہ: ج ۷، ص ۷۰، ح ۱۰۰۳، وقال البوصیری: اسنادہ صحیح رجالہ ثقات]

اسے ابن خزیمہ (۳۰/۳، ح ۱۵۶۹) اور ابن حبان (موارد ح ۲۰۱) نے صحیح قرار دیا ہے۔

فوائد:

① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنے والے آدمی کی نماز نہیں

ہوتی۔

② وابصہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ایسے شخص کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا جو صف کے پیچھے اکیلا نماز پڑھے (سنن ابی داؤد: ۱۰۶۱/۱۰۶۲ ح ۶۸۲ و صحیح ابن حبان (۲۲۰۱-۲۱۹۸) وابن الجارود (ح: ۳۱۹) و اسحاق وغیر ہم و حسنہ الترمذی (ح: ۲۳۰) والبیہقی (ح: ۸۲۴)

③ حدیث ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کو اس مسئلہ میں پیش کرنا صحیح نہیں ہے، ابو بکرہ رضی اللہ عنہ آخر تک صف کے پیچھے اکیلے نہیں تھے، بلکہ چل کر صف میں شامل ہو گئے تھے۔ اس طرح مدرک رکوع کے سلسلہ میں حدیث ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے استدلال کرنا بھی غلط ہے۔
[دیکھئے جزء القراءۃ للبخاری ح ۱۳۶]

④ اگر کوئی شخص دو (امام و مقتدی) پر قیاس کر کے اگلی صف سے ایک آدمی کھینچ کر ملا لے تو جائز ہے، تاہم صف کے بالکل آخری کونے سے کھینچنے تا کہ قطع صف سے بچ جائے بعض علماء اس کو ترجیح دیتے ہیں کہ درمیان سے آدمی کھینچنے تا کہ وسطاً الامام وغیرہ پر عمل ہو جائے۔ (سنن ابی داؤد: ح ۶۸۱) یہ روایت یحییٰ بن بشیر کی ماں: امۃ الواحد اور یحییٰ بن بشیر کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

⑤ حنفی اصول بزدوی میں وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کو جو جھول لکھا ہوا ہے (ص ۶۰) انتہائی غلط بات ہے، اس قسم کے اصول کی شعبہ بازی سے تقلید پرست حضرات، سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، حالانکہ حق یہ ہے کہ تمام صحابہ عدول ہیں ان میں سے کوئی بھی جھول نہیں۔

رضی اللہ عنہم اجمعین



تعديل ارکان

حدیث: ۳۹

((عن أبي هريرة أن النبي ﷺ - وذكر الحديث - فقال: إذا قمت إلى الصلاة فكبر ثم اقرأ ما تيسر معك من القرآن ثم اركع حتى تطمئن راكعاً ثم ارفع حتى تعتدل قائماً ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً ثم ارفع حتى تطمئن جالساً ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً ثم افعل ذلك في صلاتك كلها))

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی ﷺ - اور حدیث ذکر کی اور اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو پھر قرآن میں سے جو میسر ہو پڑھو، پھر رکوع کرو حتیٰ کہ اطمینان سے رکوع کر لو پھر سر اٹھاؤ حتیٰ کہ اطمینان سے کھڑے ہو جاؤ، پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کر لو، پھر اٹھو حتیٰ کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ، پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کر لو پھر ساری نمازوں (رکعتوں) میں ایسے ہی کرو۔

[صحیح البخاری: ۱۰۹۱ ج ۱، ۷۹۳، وغیرہ صحیح مسلم: ۱۰۷۱ ج ۱، ۳۹۷]

فوائد:

- ① اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نماز میں تعديل ارکان فرض ہے۔
- ② حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ رکوع و سجود صحیح طریقے سے نہیں کر رہا تھا تو فرمایا:

”ما صليت ولو مت على غير الفطرة التي فطر الله محمداً ﷺ“
 ”تو نے نماز نہیں پڑھی اور اگر تو (اس حالت میں) مرجاتا تو اس فطرت (دین
 اسلام) پر نہ مرتا جس پر اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مامور کیا تھا۔

[صحیح البخاری: ۱۰۹۱/۱ ج ۹۱: ۷۹۱]

③ بریلویوں اور دیوبندیوں کی معتبر کتاب الہدایہ میں لکھا ہوا ہے کہ تعدیل ارکان
 ”فلیس بفرض“ فرض نہیں ہے۔ [۱۰۶۱، ۱۰۷۱، ۱۰۸۱ ملخصاً]

بلکہ محمود الحسن الدیوبندی کی تقریر ترمذی میں بلا سند لکھا ہوا ہے کہ امام ابوحنیفہ
 رحمہ اللہ نے ابو یوسف کے پیچھے نماز پڑھی، ابو یوسف نے تعدیل ارکان کے بغیر
 جلدی جلدی نماز پڑھا دی اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ہمارے
 یعقوب (یعنی ابو یوسف آج) فقیہ ہو گئے ہیں، یہ علیحدہ بات ہے کہ کسی دوسرے
 وقت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس نماز کا اعادہ بطور نفل کر لیا۔ [ص ۱۱ مترجماً]

④ اہل الرائے کی ”فقہ شریف“ کی مستند (!) کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ
 اگر سجدہ میں دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے زمین پر نہ رکھے جائیں تو (حنفی) اجماع
 ہے کہ نماز صحیح ہے (۱۰۷ طبع کوئٹہ بلوچستان) ظاہر ہے کہ یہ قول صحیح احادیث کے
 خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے، ایسی نماز تو کوئی بازی گریہی پڑھ سکتا ہے۔

العیاذ باللہ

⑤ جزء القراءت للبخاری کی ایک روایت میں آیا ہے:

”إذا أقيمت الصلوة فكبر ثم اقرأ ثم اركع“

یعنی جب ”فرض“ نماز کی اقامت ہو جائے تو اللہ اکبر کہہ کر پھر قراءت کر۔

[ج: ۱۱۳، اسنادہ صحیح]

اس روایت قراءت خلف الامام ثابت ہوتی ہے۔ والحمد للہ



نماز جنازہ کا طریقہ

حدیث: ۲۰

((عن طلحة بن عبد الله بن عوف قال: صليت خلف ابن عباس على جنازة فقراً بفاتحة الكتاب (و سورة) وقال: لتعلموا أنها سنة [و حق]))

طلحہ بن عبد اللہ بن عوف نے کہا: میں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی پس انھوں نے سورہ فاتحہ (اور ایک سورت بلند آواز سے) پڑھی اور فرمایا: (میں نے اس لئے جہراً پڑھی ہے کہ) تم جان لو کہ یہ سنت (اور حق) ہے۔ [صحیح بخاری: ۱۷۸۱، ۱۳۳۵]

ترجمے میں پہلی بریکٹ ”[]“ کے الفاظ نسائی (۱۹۸۹ ج ۲۸۱/۱) اور دوسری کے منقشی ابن الجارود (ص: ۱۸۸ ج ۵۳۳، ۵۳۶) کے ہیں، آخری بریکٹ کے الفاظ نسائی اور ابن الجارود کے ہیں۔

فوائد:

- ① اس حدیث سے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے، لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب کا عموم بھی اس کا مؤید ہے۔ [صحیح بخاری: ۷۵۶]
- ② مروجہ سبحانک اللہم الخ و فیہ: وجل ثناء لک اور موجد رود: ”رحمت وترحمتم“ کا کتاب و سنت سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔

③ اگر صحابی من السننة وغیرہ کے الفاظ کہے تو اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہوتی ہے، دیکھئے صحیح البخاری: ۲ / ۷۸۵ ح ۵۲۱۳، صحیح مسلم: ۴۷۲۱ ح ۱۲۶۱ وغیرہا، یہی بات اصول حدیث میں لکھی ہوئی ہے، محمد بن ابراہیم الحنفی نے فقوالاثر فی صفوعلوم الاثر (ص ۹۴) میں کہا:

”وأما قول الصحابي: من السنة، ذاكراً قولاً أو فعلاً فله حكم الرفع عند الأكثر وهو مذهب عامة المتقدمين من أصحابنا ومختار صاحب البدائع من متأخريهم“

اور صحابی کا قول من السننة چاہے قول سے متعلق ہو یا فعل سے، اکثر کے نزدیک مرفوع کے حکم میں ہے اور یہی مسلک ہمارے عام متقدمین کا ہے اور اسے ہی بدائع الصناع کے مصنف (ملاکاسانی) نے اختیار کیا ہے جو کہ متاخرین میں سے ہیں۔

④ جنازہ میں قراءت وغیرہ جہراً بھی جائز ہے جیسا کہ صحیح البخاری و سنن النسائی سے ظاہر ہے اور سراً بھی جیسا کہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث میں ہے۔ (دیکھئے فائدہ نمبر ۶)

⑤ نماز جنازہ کی تکبیروں میں رفع یدین کرنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ سے ثابت ہے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۶/۳ ح ۱۱۳۸۰]

⑥ ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”السنة في الصلاة على الجنابة أن تكبر ثم تقرأ بأم القرآن ثم تصلي على النبي صلى الله عليه وسلم ثم تخلص الدعاء للميت ولا تقرأ إلا في التكبير الأولى ثم تسلم في نفسه عن يمينه“

نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ تم تکبیر کہو پھر سورہ فاتحہ پڑھو پھر نبی ﷺ پر درود پڑھو۔ پھر خاص طور پر میت کے لیے دعا کرو، قراءت صرف پہلی تکبیر میں کرو پھر اپنے دل میں دائیں طرف سلام پھیر دو۔

[منقح ابن الجارود: ص ۱۸۹ ح ۵۲۰، مصنف عبدالرزاق: ۴۸۸/۳ ح ۶۳۲۸]

اس کی سند صحیح ہے۔ [ارواء الغلیل: ج ۳ ص ۱۸۱]
نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر جنازہ ہو جاتا ہے یا انھوں نے سورہ فاتحہ کے بغیر جنازہ پڑھا ہو۔ نماز جنازہ میں وہی درود پڑھنا چاہیے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ (یعنی نماز والا) ”رحمت و ترحمتم“ والا۔ خود ساختہ درود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔



صحیح نماز نبوی
تکبیر تحریمہ سے سلام تک

حافظ زبیر علی زئی

صحیح نماز نبوی

تکبیر تحریمہ سے سلام تک

۱: رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو قبلہ (خانہ کعبہ) کی طرف رخ کرتے، رفع الیدین کرتے اور فرماتے: اللہ اکبر ❁
 اور فرماتے: جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ ❁
 ۲: آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے تھے ❁
 یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے تھے ❁
 لہذا دونوں طرح جائز ہے لیکن زیادہ حدیثوں میں کندھوں تک رفع الیدین کرنے کا ثبوت ہے، یاد رہے کہ رفع الیدین کرتے وقت ہاتھوں کے ساتھ کانوں کا پکڑنا یا چھونا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے۔ مردوں کا ہمیشہ کانوں تک اور عورتوں کا کندھوں تک رفع الیدین کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

❁ ابن ماجہ: ۸۰۳ وسندہ صحیح، و صحیح الترمذی: ۳۰۴۰ وابن حبان، الاحسان: ۱۸۶۲۰ وابن خزیمہ: ۵۸۷
 اس کا راوی عبد الحمید بن جعفر محدثین کے نزدیک ثقہ صحیح الحدیث ہے، دیکھئے نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین، طبع دوم ص ۹۷-۹۹، اس پر جرح مردود ہے۔ محمد بن عمرو بن عطاء ثقہ ہیں (تقریب التہذیب: ۶۱۸۷) محمد بن عمرو بن عطاء کا ابو حمید الساعدی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی مجلس میں شامل ہونا ثابت ہے، دیکھئے صحیح البخاری (۸۲۸) لہذا یہ روایت متصل ہے۔

❁ البخاری: ۷۵۷، مسلم: ۳۹۷/۳۵

❁ البخاری: ۷۳۶، مسلم: ۳۹۰

❁ مسلم: ۳۹۱/۲۵، ۲۶

۳: آپ ﷺ (انگلیاں) پھیلا کر رفع یدین کرتے تھے ❀
 ۴: آپ ﷺ اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر، سینے پر رکھتے تھے۔ ❀
 لوگوں کو (رسول اللہ ﷺ کی طرف سے) یہ حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں
 ذراع پر رکھیں۔ ❀
 ذراع: کہنی کے سرے سے درمیانی انگلی کے سرے تک ہوتا ہے۔ (القاموس الوحید
 ص ۵۶۸) سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی
 بائیں ہتھیلی، کلائی اور ساعد پر رکھا ❀
 ساعد: کہنی سے ہتھیلی تک کا حصہ (ہے) دیکھئے القاموس الوحید (ص ۷۶۹) اگر ہاتھ
 پوری ذراع (ہتھیلی، کلائی اور ہتھیلی سے کہنی تک) پر رکھا جائے تو خود بخود ناف سے اوپر اور
 سینہ پر آجاتا ہے۔

۵: رسول اللہ ﷺ تکبیر (تحریمہ) اور قراءت کے درمیان درج ذیل دعا (سر الیٰعی
 بغیر جہر کے) پڑھتے تھے: ((اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ
 الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ
 الدَّنَسِ ، اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ)) ❀

❀ ابوداؤد: ۵۳۳ و سندہ صحیح، وصحیح ابن خزیمہ: ۴۵۹ وابن حبان، الاحسان: ۷۷۷ والحاکم: ۲۳۴/۱ ووافقه الذہبی
 ❀ احمد بن مسند: ۲۲۶/۵ ح ۲۲۳۱۳ و سندہ حسن، وعنه ابن الجوزی فی التحقیق: ۲۸۳/۱ ح ۲۷۷ دوسرا نسخہ:

۴۳۸/۱ ح ۳۳۲ ❀ البخاری: ۴۰۷ و موطا امام مالک: ۱۵۹/۱ ح ۳۷۷

❀ ابوداؤد: ۲۷۷ و سندہ صحیح، النسائی: ۸۹۰، وصحیح ابن خزیمہ: ۴۸۰ وابن حبان: ۱۸۵۷
 تنبیہ: مردوں کا ناف سے نیچے اور صرف عورتوں کا سینہ پر ہاتھ باندھنا (یہ تخصیص) کسی صحیح حدیث سے ثابت
 نہیں ہے۔ ❀ البخاری: ۴۴۷، مسلم: ۵۹۸/۱۴۷

درج بالا دعا کا ترجمہ: اے اللہ! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان ایسی ڈوری بنا دے جیسی کہ مشرق و مغرب کے
 درمیان ڈوری ہے، اے اللہ! مجھے خطاؤں سے اس طرح (پاک) صاف کر دے جیسا کہ سفید کپڑا میل سے (پاک و)
 صاف ہو جاتا ہے، اے اللہ! میری خطاؤں کو پانی، برف اور اولوں کے ساتھ دھو ڈال (یعنی معاف کر دے)

درج ذیل دعا بھی آپ ﷺ سے ثابت ہے:

((سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ)) ❁

ثابت شدہ دعاؤں میں سے جو دعا بھی پڑھ لی جائے بہتر ہے۔

۶: آپ ﷺ اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھتے ❁

درج ذیل دعا بھی ثابت ہے:

اَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمِّهِ وَنَفْسِهِ وَنَفْسِهِ ❁

۷: آپ ﷺ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے تھے۔ ❁

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ جہراً پڑھنا بھی صحیح ہے اور سرّاً بھی صحیح ہے، کثرتِ دلائل کی رو سے عام طور پر سرّاً پڑھنا بہتر ہے۔ ❁ اس مسئلے میں سختی کرنا بہتر نہیں ہے۔

❁ ابوداؤد: ۷۷۵ و سنندہ حسن، النسائی: ۹۰۰، ۹۰۱، ابن ماجہ: ۸۰۴، الترمذی: ۲۴۲، وأعلیٰ بما لا یقدح و صحیح الحاکم: ۲۳۵/۱ ووافقه الذہبی۔

ترجمہ: اے اللہ! تو پاک ہے، اور تیری تعریف کے ساتھ، تیرا نام برکتوں والا ہے اور تیری شان بلند ہے تیرے سوا دوسرا کوئی اللہ (معبود برحق) نہیں ہے۔

❁ عبدالرزاق فی المصنف: ۸۵/۲ ح ۲۵۸۹ و سنندہ حسن

❁ ابوداؤد: ۷۷۵ و سنندہ حسن، نیز دیکھئے فقرہ: ۵ حاشیہ: ۲

❁ النسائی: ۹۰۶، و سنندہ صحیح، صحیح ابن خزیمہ: ۴۹۹ وابن حبان: الاحسان: ۱۷۹۳، والحاکم علی شرط الشيخین: ۲۳۲/۱ ووافقه الذہبی۔ ☆ تنبیہ: اس روایت کے راوی سعید بن ابی ہلال نے یہ حدیث اختلاط سے پہلے بیان کی ہے، خالد بن یزید کی سعید بن ابی ہلال سے روایت صحیح بخاری (۱۳۶) و صحیح مسلم (۱۹۷۷) میں موجود ہے۔

❁ ”جہراً“ کے جواز کے لئے دیکھئے النسائی: ۹۰۶، و سنندہ صحیح، ”سرّاً“ کے جواز کے لئے دیکھئے صحیح ابن خزیمہ: ۴۹۵ و سنندہ حسن، صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱۷۹۶ و سنندہ صحیح۔

۸: پھر آپ ﷺ سورہ فاتحہ پڑھتے تھے ❁

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ۝
إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ
الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝

سورہ فاتحہ آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے اور ہر آیت پر وقف کرتے تھے ❁

آپ ﷺ فرماتے تھے: ”لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“

جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی (صحیح البخاری: ۷۵۶)

اور فرماتے: ”كُلُّ صَلَوةٍ لَا يُقْرَأُ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَهِيَ خِدَاجٌ فَهِيَ خِدَاجٌ“

ہر نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے، ناقص ہے۔ [ابن ماجہ: ۸۴۱ و سندہ حسن]

۹: پھر آپ ﷺ آمین کہتے تھے ❁، سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا

، پھر جب آپ نے ولا الضالین (جہراً) کہی تو آمین (جہراً) کہی ❁ اس حدیث سے معلوم

ہوا کہ جہری نماز میں (امام اور مقتدیوں کو) آمین جہراً کہنی چاہیے۔ ☆

❁ النسائی: ۹۰۶، و سندہ صحیح دیکھئے حاشیہ سابقہ: ۳

☆ سورہ فاتحہ کا ترجمہ: سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں، جو رحمن و رحیم ہے، یوم جزا کا مالک ہے۔

(اے اللہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا

راستہ جن پر تو نے انعام کیا ان لوگوں کے راستے سے بچانا جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور جو گمراہ ہیں۔

❁ ابوداؤد: ۴۰۰۱، الترمذی: ۲۹۲۷، وغریب، صحیح الحاكم علی شرط النسخین (۲۳۳/۲) و وافقہ الذہبی و سندہ

ضعیف و لہ شاهد قوی فی مسند احمد: ۲۸۸/۶ ح ۲۸۰۳ ح ۲۷۰۰۳ و سندہ حسن و الحدیث بہ حسن

❁ النسائی: ۹۰۶، و سندہ صحیح، نیز دیکھئے فقرہ ۷ حاشیہ: ۶ ❁ ابن حبان الاحسان: ۱۸۰۲، و سندہ صحیح

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ ”فجہر بآمین“ پس آپ ﷺ نے آمین بالجہر کہی۔ ابوداؤد: ۹۳۳ و سندہ حسن

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت میں آیا ہے: ((و خفض بها صوتہ))

- اور آپ ﷺ نے اس (آمین) کے ساتھ اپنی آواز پست رکھی۔ ❁
- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سری نماز میں آمین سرّاً کہنی چاہیے، سری نمازوں میں آمین سرّاً کہنے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ والحمد للہ
- ۱۰: پھر آپ ﷺ سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے۔ ❁
- ۱۱: آپ ﷺ نے فرمایا: ” پھر سورہ فاتحہ پڑھو اور جو اللہ چاہے پڑھو ❁
- نبی ﷺ پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور ایک ایک سورت پڑھتے تھے ❁
- اور آخری دو رکعتوں میں (صرف) سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ ❁
- آپ ﷺ قرأت کے بعد رکوع سے پہلے سکتے کرتے تھے ❁
- ۱۲: پھر آپ ﷺ رکوع کے لئے تکبیر (یعنی اللہ اکبر) کہتے ❁
- ۱۳: آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے تھے۔ ❁
- آپ (عند الروع وبعده) رفع یدین کرتے پھر (اس کے بعد) تکبیر کہتے ❁

- ❁ احمد: ۳۱۶/۳ ح ۱۹۰۴۸، ورجالہ ثقات وأعلہ البخاری وغیرہ ❁ مسلم: ۴۰۰/۵۳ قال رسول اللہ ﷺ: ” أنزلت علي أنفاً سورة، فقرأ بسم الله الرحمن الرحيم إنا أعطيناك الكوثر فصل لربك وانحو إن شانئك هو الأبتر “ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے ایک دفعہ نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ پڑھی تو مہاجرین و انصار سخت ناراض ہوئے تھے۔ اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ سورت سے پہلے بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے تھے، رواہ الشافعی (الام: ۱۰۸/۱) صحیح الحاكم علی شرط مسلم (۲۳۳/۲) ووافق الذہبی۔ اس کی سند حسن ہے۔ ❁ ابوداؤد: ۸۵۹، وسندہ حسن
- ❁ البخاری: ۷۲۲ و مسلم: ۴۵۱ ❁ البخاری: ۷۷۶، مسلم: ۴۵۱/۱۵۵ ❁ ابوداؤد: ۷۷۷، ۷۷۸، ابن ماجہ: ۸۴۵ و صحیح بیہق/حسن بصری مدلس ہیں (طبقات المدلسین تحقیقی: ۲/۴۰) لیکن ان کی سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے حدیث صحیح ہوتی ہے اگرچہ تصریح سماع نہ بھی ہو، نیز دیکھئے نیل المقصود فی التعلیق علی سنن ابی داؤد: ۳۵۴
- ❁ البخاری: ۷۸۹، مسلم: ۳۹۲/۲۸ ❁ البخاری: ۷۳۸، مسلم: ۳۹۰/۲۲ ❁ مسلم: ۳۹۰/۲۲
- اگر پہلے تکبیر اور بعد میں رفع یدین کر لیا جائے تو یہ بھی جائز ہے، ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے ❁
 ۱۴: آپ ﷺ جب رکوع کرتے تو اپنے ہاتھوں سے اپنے گھٹنے، مضبوطی سے پکڑتے
 پھر اپنی کمر جھکاتے (اور برابر کرتے) ❁ آپ ﷺ کا سر نہ تو (پیٹھ سے) اونچا ہوتا اور
 نہ نیچا (بلکہ برابر ہوتا تھا) ❁

آپ ﷺ اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھتے تھے، پھر اعتدال (سے رکوع) کرتے
 نہ تو سر (بہت) جھکاتے اور نہ اسے (بہت) بلند کرتے ❁ یعنی آپ ﷺ کا سر
 مبارک آپ کی پیٹھ کی سیدھ میں بالکل برابر ہوتا تھا۔

۱۵: آپ ﷺ نے رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھے گویا کہ آپ
 نیچے پکڑ رکھا ہے اور دونوں ہاتھ کمان کی ڈوری کی طرح تان کر اپنے پہلوؤں سے دور
 رکھے۔ ❁

۱۶: آپ ﷺ رکوع میں: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کہتے (رتے) تھے۔ ❁
 آپ ﷺ اس کا حکم دیتے تھے کہ یہ (دعا) رکوع میں پڑھیں۔ ❁
 آپ ﷺ سے رکوع میں یہ دعائیں بھی ثابت ہیں:

❁ ابوداؤد: ۷۳۰ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے فقرہ: احاشیہ: ۱ ❁ البخاری: ۸۲۸ ❁ مسلم: ۲۳۰/۲۹۸

❁ ابوداؤد: ۷۳۲، وسندہ حسن، وقال الترمذی: (۲۶۰): ”حدیث حسن صحیح“ صحیح ابن خزیمہ: ۶۸۹ وابن
 حبان، الاحسان: ۱۸۶۸ ☆ تنبیہ: فتح بن سلیمان صحیحین کاراوی اور حسن الحدیث ہے، جمہور محدثین نے اس
 کی توثیق کی ہے، لہذا یہ روایت حسن لذاتہ ہے، فتح مذکور پر جرح مردود ہے۔ والحمد للہ

❁ مسلم: ۷۴۲، ولفظ: ”ثم ركع فجعل يقول: سبحان ربي العظيم، فكان ركوعه نحواً من قيامه“
 ❁ ابوداؤد: ۸۶۹ وسندہ صحیح، ابن ماجہ: ۸۸۷ صحیح ابن خزیمہ: ۶۰۱، ۶۰۶ وابن حبان، الاحسان: ۱۸۹۵ والجامع:

۱/ ۲۲۵، ۲۷۷) واختلف قول الذهبي فيه، ميمون بن مهران (تابعی) اور زہری (تابعی) فرماتے ہیں
 کہ رکوع وجود میں تین تسبیحات سے کم نہیں پڑھنی چاہئیں (ابن ابی شیبہ فی المصنف: ۱/ ۲۵۱ ح ۲۵۱ وسندہ حسن)
 سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ❁ یہ دعا آپ کثرت سے پڑھتے

تھے۔

سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ ، رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ ﴿۱﴾
 سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ ﴿۲﴾
 اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ ، خَشَعْتُ لَكَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَ
 مَخِي وَعَظْمِي وَعَصَبِي ﴿۳﴾

ان دعاؤں میں سے کوئی دعا بھی پڑھی جاسکتی ہے، ان دعاؤں کا ایک ہی رکوع یا سجدے میں جمع کرنا اور اکٹھا پڑھنا کسی صریح دلیل سے ثابت نہیں ہے۔ تاہم حالتِ تشہد ”ثُمَّ لِيَتَخَيَّرَ مِنَ الدُّعَاءِ اَعْجَبَهُ اِلَيْهِ فَيَدْعُو“ (بخاری: ۸۳۵، واللفظ له، مسلم: ۴۰۲) کی عام دلیل سے ان دعاؤں کا جمع کرنا بھی جائز ہے۔ واللہ اعلم
 ۱۷: ایک شخص نماز صحیح نہیں پڑھتا تھا، آپ ﷺ نے اسے نماز کا طریقہ سکھانے کے لئے فرمایا: ”جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو پورا وضو کر، پھر قبلہ کی طرف رخ کر کے تکبیر (اللہ اکبر) کہہ پھر قرآن سے جو میسر ہو (یعنی سورہ فاتحہ) پڑھ، پھر اطمینان سے رکوع کر، پھر اٹھ کر (اطمینان سے) برابر کھڑا ہو جا پھر اطمینان سے سجدہ کر، پھر اطمینان سے اٹھ کر بیٹھ جا، پھر اطمینان سے (دوسرا) سجدہ کر، پھر (دوسرے سجدے سے) اطمینان سے اٹھ کر بیٹھ جا، پھر اپنی ساری نماز (کی ساری رکعتوں) میں اسی طرح کر۔ ﴿۴﴾

﴿۱﴾ البخاری: ۷۹۳، ۸۱۷، مسلم: ۴۸۳

﴿۲﴾ مسلم: ۴۸۷

﴿۳﴾ مسلم: ۴۸۵

﴿۴﴾ مسلم: ۷۷۱

﴿۵﴾ البخاری: ۶۲۵۱

۱۸: جب آپ ﷺ رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور ”سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ“

هدية المسلمین 111

حَمْدُهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ“ کہتے تھے ﴿ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ” کہنا بھی صحیح اور ثابت ہے۔ ﴿

درج ذیل دعائیں بھی ثابت ہیں:

اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ﴿ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ
السَّمَوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ ﴿ أَهْلَ
الْثَنَاءِ وَالْمَجْدِ، لَا مَانِعَ لِمَا أُعْطِيتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا
يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ ﴿ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، حَمْدًا كَثِيرًا
طَيِّبًا مَبَارَكًا فِيهِ ﴿

۱۹: رکوع کے بعد قیام میں ہاتھ باندھنے چاہئیں یا نہیں، اس مسئلے میں صراحت سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے لہذا دونوں طرح عمل جائز ہے مگر بہتر یہی ہے کہ قیام میں ہاتھ نہ باندھے جائیں ﴿

۲۰: پھر آپ ﷺ تکبیر (اللہ اکبر) کہہ کر (یا کہتے ہوئے) سجدے کے لئے جھکتے ﴿

﴿ البخاری: ۷۳۵، ۷۳۶

راجح یہی ہے کہ امام مقتدی اور منقرد سب ” سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ “ پڑھیں۔
﴿ البخاری: ۷۸۹، بعض اوقات ” رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ “ جہر کہنا بھی جائز ہے، عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج سے روایت ہے کہ ” سمعت ابا هريرة يرفع صوته باللهم ربنا ولك الحمد “ یعنی میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اونچی آواز کے ساتھ ” اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ “ پڑھتے ہوئے سنا ہے (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۲۲۸ ج ۲۵۵۶ و سندہ صحیح)

﴿ البخاری: ۷۹۶ مسلم: ۴۷۶ ﴿ مسلم: ۴۷۸/۲۰۶ ﴿ البخاری: ۷۹۹

﴿ امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے چاہئیں یا چھوڑ دینے چاہئیں تو انہوں نے فرمایا: ”أرجو أن لا يضييق ذلك إن شاء الله“ مجھے امید ہے کہ ان شاء اللہ اس میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ (مسائل احمد: روایہ صالح بن احمد بن حنبل: ۶۱۵) ﴿ البخاری: ۸۰۳، مسلم: ۳۹۲/۲۸

۲۱: آپ ﷺ نے فرمایا: ” إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيرُ

وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكُوبَتَيْهِ“ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کی طرح نہ بیٹھے (بلکہ) اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں سے پہلے (زمین پر) رکھے، آپ ﷺ کا عمل بھی اسی کے مطابق تھا۔ ❁

۲۲: آپ ﷺ سجدے میں ناک اور پیشانی، زمین پر (خوب) جما کر رکھتے، اپنے بازوؤں کو اپنے پہلو (بغلوں) سے دور کرتے اور دونوں ہتھیلیاں کندھوں کے برابر (زمین) پر رکھتے۔ ❁ سیدنا واکل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”آپ ﷺ نے جب سجدہ کیا تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے کانوں کے برابر رکھا۔“ ❁

۲۳: سجدے میں آپ ﷺ اپنے دونوں بازوؤں کو اپنی بغلوں سے ہٹا کر رکھتے تھے۔ ❁ آپ ﷺ سجدے میں اپنے ہاتھ (زمین پر) رکھتے، نہ تو انھیں بچھاتے اور نہ (بہت) سمیٹتے، اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھتے ❁ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آ جاتی تھی ❁

آپ ﷺ فرماتے تھے کہ ”سجدے میں اعتدال کرو، کتے کی طرح بازو نہ بچھاؤ۔“ ❁

❁ ابوداؤد: ۸۴۰ و سندہ صحیح علی شرط مسلم، النسائی: ۱۰۹۲، وسندہ حسن/سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھٹنوں سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ (زمین پر) رکھتے تھے (بخاری قبل حدیث: ۸۰۳) اور فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کرتے تھے (صحیح ابن خزیمہ: ۶۲۷ و سندہ حسن، صحیح الحاكم علی شرط مسلم: ۲۲۶۱ و وافقہ الذہبی) جس روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنے اور پھر ہاتھ رکھتے تھے (ابوداؤد: ۸۳۸ وغیرہ) شریک بن عبداللہ القاضی کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس کے تمام شواہد بھی ضعیف ہیں، ابو قلابہ (تابعی) سجدہ کرتے وقت پہلے گھٹنے لگاتے تھے اور حسن بصری (تابعی) پہلے ہاتھ لگاتے تھے (ابن ابی شیبہ: ۲۶۳۱ ح ۲۷۰۸ و سندہ صحیح) محمد بن سیرین (تابعی) بھی پہلے گھٹنے لگاتے تھے (ابن ابی شیبہ: ۲۶۳۱ ح ۲۷۰۹ و سندہ صحیح) دلائل کی رو سے راجح اور بہتر یہی ہے کہ پہلے ہاتھ اور پھر گھٹنے لگائے جائیں۔ ❁ ابوداؤد: ۷۳۳، وسندہ حسن، نیز دیکھئے فقرہ ۱۵ حاشیہ ۱۲ ❁ ابو داؤد: ۷۲۶ و سندہ صحیح، النسائی: ۸۹۰ و صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۰ و ابن حبان، الاحسان: ۱۸۵۷، نیز دیکھئے فقرہ ۴ حاشیہ: ۷ ❁ ابوداؤد: ۷۳۰ و سندہ صحیح دیکھئے فقرہ ۱۴ حاشیہ: ۱۱ ❁ البخاری: ۸۲۸

❁ البخاری: ۳۹۰، مسلم: ۳۹۵ ❁ البخاری: ۸۲۲، مسلم: ۴۹۳، اس حکم میں مرد اور عورتیں سب شامل ہیں۔ لہذا عورتوں کو بھی چاہئے کہ سجدے میں اپنے بازو نہ پھیلائیں۔

آپ ﷺ فرماتے تھے: ”مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، پیشانی،

ناک، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں قدموں کے نیچے، ❀
 آپ ﷺ فرماتے تھے کہ ”جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو سات اطراف (اعضا) اس کے
 ساتھ سجدہ کرتے ہیں، چہرہ، ہتھیلیاں، دو گھٹنے اور دو پاؤں ❀ معلوم ہوا کہ سجدے میں
 ناک پیشانی، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں کا زمین پر لگانا
 ضروری (فرض) ہے۔ ایک روایت میں ہے: لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَضَعْ أَنْفَهُ عَلَى
 الْأَرْضِ جو شخص (نماز میں) اپنی ناک، زمین پر نہ رکھے اس کی نماز نہیں ہوتی ❀
 ۲۴: آپ ﷺ جب سجدہ کرتے تو اگر بکری کا بچہ آپ کے بازوؤں کے درمیان سے
 گزرنا چاہتا تو گزر سکتا تھا ❀

۲۵: سجدے میں بندہ اپنے رب کے انتہائی قریب ہوتا ہے لہذا سجدے میں خوب دعا
 کرنی چاہئے ❀ سجدے میں درج ذیل دعائیں پڑھنا ثابت ہے۔ سُبْحَانَ رَبِّيَ
 الْأَعْلَى ❀ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ❀ سُبُّوحٌ
 قُدُّوسٌ، رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ ❀
 سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ ❀
 اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي كُلَّهُ، دِقَّةً وَجَلَّةً، وَأَوَّلَهُ وَآخِرَهُ، وَعَلاَنِتَيْتَهُ وَسِرَّهُ ❀
 اللَّهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَكَانَ اسْلَمْتُ، سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ
 وَصَوَّرَهُ، وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ، تَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ❀

❀ البخاری: ۸۱۲، مسلم: ۴۹۰ ❀ مسلم: ۴۹۱ ❀ الدرر القطنی فی سننہ: ۳۲۸/۱ ح ۳۰۳ امر نوعماد سندہ حسن
 ❀ مسلم: ۴۹۶، یعنی آپ ﷺ اپنے سینے اور پیٹ کو زمین سے بلند رکھتے تھے، عورتوں کے لئے بھی یہی حکم ہے:
 ” صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي ” نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھتے ہو۔ ❀ مسلم: ۴۸۴
 ❀ مسلم: ۷۷۲ ❀ البخاری: ۷۹۴، ۸۱۷، مسلم: ۴۸۴ ❀ مسلم: ۴۸۷ ❀ مسلم: ۴۸۵
 ❀ مسلم: ۴۸۳ ❀ مسلم: ۷۷۱ (جو دعا با سند صحیح ثابت ہو جائے سجدے میں اس کا پڑھنا افضل ہے،
 رکوع اور سجدے میں قرآن پڑھنا منع ہے دیکھئے صحیح مسلم: ۴۷۹، ۴۸۰)

۲۶: آپ ﷺ سجدے کو جاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے ❀

هدية المسلمین 114

۲۷: آپ ﷺ سجدے کی حالت میں اپنے دونوں پاؤں کی اڑھیاں ملادیتے تھے اور ان کا رخ قبلے کی طرف ہوتا تھا ❁

سجدے میں آپ اپنے دونوں قدم کھڑے رکھتے تھے ❁

۲۸: آپ ﷺ تکبیر (اللہ اکبر) کہہ کر سجدے سے اٹھتے۔ ❁ آپ ﷺ اللہ اکبر کہہ کر سجدے سے سر اٹھاتے اور اپنا بائیں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے ❁

آپ ﷺ سجدے سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے (بخاری: ۷۳۸، مسلم: ۳۹۰/۲۲) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”نماز میں (نبی ﷺ کی) سنت یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں بچھا دیا جائے ❁

۲۹: آپ ﷺ سجدے سے اٹھ کر (جلے میں) تھوڑی دیر بیٹھے رہتے ❁ حتیٰ کہ بعض کہنے والا کہہ دیتا کہ ”آپ بھول گئے ہیں“ ❁

۳۰: آپ جلے میں یہ دعا پڑھتے تھے: رَبِّ اغْفِرْ لِي ، رَبِّ اغْفِرْ لِي ❁

❁ البخاری: ۷۳۸، البیہقی ۱۱۶۲/۲ وسندہ صحیح وصحیح ابن خزیمہ: ۶۵۴ وابن حبان، الاحسان: ۱۹۳۰، والحاکم (۲۲۹، ۲۲۸/۱) علی شرط الثمینی ووافقه الذہبی ❁ مسلم: ۴۸۶، مع شرح النووی ❁ البخاری: ۷۸۹، مسلم: ۳۹۲، ابوداؤد: ۷۳۰، وسندہ صحیح ❁ البخاری: ۸۲۷، اس روایت ۸۱۸ ❁ البخاری: ۸۲۱، مسلم: ۴۷۲، ابوداؤد: ۸۷۴، وھوحد بیہقی، النسائی: ۱۰۷۰، ۱۱۳۶، اس روایت میں رجل من بنی عبس سے مراد: صلہ بن زفر ہے دیکھئے مسند الطیالسی (۴۱۶) ابوجزہ مولیٰ الانصار سے مراد: طلحہ بن یزید ہے دیکھئے تحفۃ الاشراف (۳/۵۸۸ ح ۳۳۹۵) وتقرب العہدیب (تحت رقم: ۸۰۶۳) جلسہ میں تشہد کی طرح اشارہ، جس روایت میں آیا ہے (مسند احمد: ۳۱۷/۲ ح ۱۹۰۶۳) اسکی سند سفیان (الثوری) کی تدلیس (عنعنہ) کی وجہ سے ضعیف ہے، حافظ ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”وأما المدلسون الذین ہم نقات وعدول فإننا لا نحتج بأخبارهم إلا ما بینوا السماع فیما رووا مثل الثوري والأعمش وأبي اسحاق وأضرابهم من الأئمة المتقین....“ مدلسین جو ثقہ وعادل ہیں، ہم ان کی صرف انھی روایات سے حجت پکڑتے ہیں جن میں انھوں نے سماع کی تصریح کی ہے مثلاً (سفیان) ثوری، اعمش، ابواسحاق اور ان جیسے دوسرے صاحب تقویٰ (صاحب القان) ائمہ (صحیح ابن حبان، الاحسان مع تحقیق شعیب الأرناؤوط ج ۱ ص ۱۶۱) سفیان الثوری کو حاکم نیساپوری نے (مدلسین کی) تیسری قسم (طبقہ ثانیہ) میں ذکر کیا ہے (دیکھئے معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۶، ۱۰۵)

۳۱: پھر آپ ﷺ تکبیر (اللہ اکبر) کہہ کر (دوسرا) سجدہ کرتے۔ ❁

- آپ ﷺ سجدے میں جاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ ❁
- آپ ﷺ دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ ❁
- سجدے میں آپ ﷺ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى پڑھتے تھے ❁
- دیگر دعاؤں کے لئے دیکھئے فقرہ: ۲۵
- ۳۲: پھر آپ ﷺ تکبیر (اللہ اکبر) کہہ کر (دوسرے) سجدے سے سر اٹھاتے ❁
- سجدے سے اٹھتے وقت آپ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ ❁
- ۳۳: آپ ﷺ جب طاق (پہلی یا تیسری) رکعت میں دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے تو بیٹھ جاتے تھے۔ ❁
- دوسرے سجدے سے آپ ﷺ اٹھتے تو بائیں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آ جاتی۔ ❁
- ۳۴: ایک رکعت مکمل ہو گئی، اب اگر آپ ایک وتر پڑھ رہے ہیں تو پھر تشہد، درود اور دعائیں (جن کا ذکر آگے آ رہا ہے) پڑھ کر سلام پھیر لیں۔ ❁

- ❁ البخاری: ۷۸۹، مسلم: ۳۹۲/۲۸، البخاری: ۷۳۸، مسلم: ۳۹۰/۲۱، سجدہ کرتے وقت، سجدے سے سر اٹھاتے وقت اور سجدوں کے درمیان رفع یدین کرنا ثابت نہیں ہے ❁ مسلم: ۷۷۲
- ❁ البخاری: ۷۸۹، مسلم: ۳۹۲/۲۸، البخاری: ۷۳۸، مسلم: ۳۹۰/۲۲، البخاری: ۸۲۳
- ❁ ابوداؤد: ۷۳۰، سندہ صحیح، آپ ﷺ دوسرے سجدے کے بعد بیٹھنے کا حکم دیتے تھے (صحیح البخاری: ۶۲۵۱) نیز دیکھئے فقرہ: ۱۷، اس سنت صحیحہ کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔ ❁ دیکھئے تشہد = فقرہ: ۲۱، درود = فقرہ: ۲۲ دعائیں = فقرہ: ۲۹، ۵۰، سلام = فقرہ: ۵۰، ۵۱، ایک رکعت پر اگر سلام پھیرا جائے تو تورک کرنا بھی جائز ہے اور نہ کرنا بھی، مگر بہتر یہی ہے کہ تورک کیا جائے ایک روایت میں ہے کہ ”حتیٰ إذا كانت السجدة التي فيها التسليم آخر رجله اليسرى وقعد متورداً على شقه الأيسر“ ابوداؤد: ۷۳۰، سندہ صحیح۔
- ۳۵: پھر آپ ﷺ زمین پر (دونوں ہاتھ رکھ کر) اعتماد کرتے ہوئے (دوسری رکعت

کے لئے) اٹھ کھڑے ہوتے۔ ❁

۳۶: آپ ﷺ جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تو الحمد للہ رب العالمین سے قراءت شروع کرتے وقت سکتہ نہ کرتے تھے۔ ❁

سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کا ذکر گزر چکا ہے۔ ❁
﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ ❁ کی رو سے بسم اللہ سے پہلے ﴿اعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ پڑھنا بھی جائز ہے بلکہ بہتر ہے۔
رکعت اولیٰ میں جو تفصیل گزر چکی ہیں ❁ حدیث: ”پھر ساری نماز میں اسی طرح کر“ ❁ کی رو سے دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھنی چاہئے۔

۳۷: دوسری رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد (تشہد کے لئے) بیٹھ جانے کے بعد آپ ﷺ اپنا دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اور بائیں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے تھے۔ ❁
آپ ﷺ اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے ترپن کا عدد (یعنی حلقہ) بناتے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے تھے ❁ یعنی اشارہ کرتے ہوئے دعا کرتے تھے۔ یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ اپنی دونوں رانوں پر رکھتے اور انگوٹھے کو درمیانی انگلی سے ملاتے (یعنی حلقہ بناتے) اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔ ❁
لہذا دونوں طرح عمل جائز ہے۔

❁ البخاری: ۸۲۳ و ابن خزیمہ فی صحیحہ: ۶۸۷، ازرق بن قیس (تقریباً ۳۰۲) سے روایت ہے میں نے (عبداللہ) بن عمر (رضی اللہ عنہما) کو دیکھا آپ نماز میں اپنے دونوں ہاتھوں پر اعتماد کر کے کھڑے ہوئے (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۵/۱ ج ۳۹۶ و سندہ صحیح)

❁ مسلم: ۵۹۹، ابن خزیمہ: ۱۶۰۳، ابن حبان: ۱۹۳۳ ❁ دیکھئے فقرہ: ۷ و حاشیہ: ۴ ❁ سورہ النحل: ۹۸
❁ فقرہ: ۱ سے لے کر فقرہ: ۳۳ تک ❁ البخاری: ۶۲۵۱، نیز دیکھئے فقرہ: ۱۷ ❁ مسلم: ۵۷۹/۱۱۳
❁ مسلم: ۵۸۰/۱۱۵ ❁ مسلم: ۵۷۹/۱۱۳

۳۸: آپ ﷺ اپنی دائیں کہنی کو دائیں ران پر رکھتے تھے۔ ❁

- آپ ﷺ اپنی دونوں ذراعیں ❁ اپنی رانوں پر رکھتے تھے ❁
- ۳۹: آپ ﷺ جب تشہد کے لئے بیٹھتے تو شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔ ❁
- آپ ﷺ انگلی اٹھادیتے، اس کے ساتھ تشہد میں دعا کرتے تھے۔ ❁
- آپ ﷺ شہادت والی انگلی کو تھوڑا سا جھکا دیتے تھے۔ ❁
- آپ ﷺ اپنی شہادت والی انگلی کو حرکت دینے (ہلاتے) رہتے تھے۔ ❁
- ۴۰: آپ ﷺ اپنی تشہد کی انگلی کو قبلہ رخ کرتے اور اسی کی طرف دیکھتے رہتے تھے۔ ❁
- آپ ﷺ دو رکعتوں کے بعد والے (یعنی پہلے) تشہد، اور چار رکعتوں کے بعد والے (یعنی آخری) تشہد، دونوں تشہدوں میں یہ اشارہ کرتے تھے۔ ❁

❁ ابوداؤد: ۷۲۶، ۹۵۷ و سندہ صحیح، النسائی: ۱۳۶۶، ابن خزیمہ: ۷۱۳، ابن حبان، الاحسان: ۱۸۵۷ ❁ زراع کے مفہوم کے لئے دیکھئے فقرہ: ۴ ❁ النسائی: ۱۳۶۵ و ص حدیث صحیح بالمشاہد ❁ مسلم: ۵۸۰/۱۱۵

❁ ابن ماجہ: ۹۱۲، سندہ صحیح، ابن حبان، الاحسان: ۱۹۳۲ ❁ ابوداؤد: ۹۹۱ و سندہ حسن، ابن خزیمہ: ۷۱۶، ابن حبان، الاحسان: ۱۹۳۳ ❁ النسائی: ۱۳۶۹ و سندہ صحیح، ابن خزیمہ: ۷۱۳، ابن الجارود فی المستطی: ۲۰۸، ابن حبان، الاحسان: ۱۸۵۷ ❁ تنبیہ: بعض لوگوں نے غلط فہمی کی وجہ سے یہ اعتراض کیا ہے کہ ”یُحَرِّ كُفَّهَا“ کا لفظ شاذ ہے کیونکہ اسے زائدہ بن قدامہ کے علاوہ دوسرے کسی نے بھی بیان نہیں کیا، اس کا جواب یہ ہے کہ: زائدہ بن قدامہ: ثقة ثبت، صاحب سنۃ ہیں (الترغیب: ۱۹۸۲) لہذا ان کی زیادت مقبول ہے اور دوسرے راویوں کا یہ لفظ ذکر نہ کرنا شذوذ کی دلیل نہیں کیونکہ عدم ذکر نفی ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔ یاد رہے کہ ”ولا یحمر کفھا“ والی روایت (ابوداؤد: ۹۸۹، النسائی: ۱۲۷۱) محمد بن عجلان کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے، دیکھئے میری کتاب ”أنوار الصحیفة فی الأحادیث الضعیفة“ ص ۲۸ محمد بن عجلان مدلس ہیں (طبقات المدلسین: ۳۷۹۸ تحقیقی)

❁ النسائی: ۱۱۶۱، سندہ صحیح، ابن خزیمہ: ۷۱۹، ابن حبان، الاحسان: ۱۹۳۳ ❁ تنبیہ: یہ روایت اس متن کے بغیر صحیح مسلم: ۵۸۰/۱۱۶ میں مختصر اُموجود ہے۔ ❁ النسائی: ۱۱۶۲، سندہ حسن ❁ تنبیہ: لا اللہ پر انگلی اٹھانا اور اللہ پر کھدینا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، بلکہ احادیث کے عموم سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ شروع سے آخر تک، حلقہ بنا کر شہادت والی انگلی اٹھائی جائے، رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو (تشہد میں) دو انگلیوں سے اشارہ کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”أَحْذُ أَحْذُ“۔ صرف ایک انگلی سے اشارہ کرو (الترمذی: ۳۵۵۷ = ۳۱: آپ ﷺ تشہد میں درج ذیل دعا (التحیات) سکھاتے تھے:

التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ ، أَسْلَامٌ عَلَيْكَ ﷺ أَيُّهَا النَّبِيُّ
وَرَحْمَةٌ مِنَ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ ، أَسْلَامٌ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ ،
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ﷺ

۴۲: پھر آپ ﷺ درود پڑھنے کا حکم دیتے تھے:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى
إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى
مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ
إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ﷺ

۴۳: دو رکعتیں مکمل ہو گئیں، اب اگر دو رکعتوں والی نماز (مثلاً صلوٰۃ الفجر) ہے۔ تو دعا
پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دیں اور اگر تین یا چار رکعتوں والی نماز ہے تو تکبیر کہہ کر
کھڑے ہو جائیں۔ ﷺ

= وقال: حسن، النسائي: ۱۲۷۳ وروحدیث صحیح) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شروع تشہد سے لے کر آخر تک شہادت
والی انگلی اٹھائی رکھنی چاہئے۔ ﷺ علیک سے یہاں مراد حاضر نہیں بلکہ غائب ہے، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ ”جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے تو ہم: ”أَسْلَامٌ ، يَعْنِي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ“ پڑھتے تھے
(بخاری: ۶۲۶۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ”علیک“ کی جگہ ”علی“ پڑھنا اس کی زبردست دلیل ہے
کہ ”علیک“ سے مراد یہاں قطعاً حاضر نہیں ہے، یاد رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی روایتوں کو بعد والے لوگوں
کی نسبت زیادہ جانتے ہیں۔ ﷺ البخاری: ۱۲۰۲

☆ تنبیہ: اس مشہور ”التحیات“ کے علاوہ دوسرے جتنے صحیح و حسن احادیث سے یہاں پڑھنے
ثابت ہیں (اس کے بدلے) ان کا پڑھنا جائز اور موجب ثواب ہے۔ ﷺ البخاری: ۳۳۷۰، البیہقی فی
السنن الکبریٰ: ۱۲۸/۲ ج ۲۸۵۶ ﷺ پہلے تشہد میں درود پڑھنا انتہائی بہتر اور موجب ثواب ہے، عام دلائل میں
”قولوا“ کے ساتھ اس کا حکم آیا ہے کہ درود پڑھو، اس حکم میں آخری تشہد یا پہلے تشہد کی کوئی تخصیص نہیں ہے، تاہم
اگر کوئی شخص پہلے تشہد میں درود نہ پڑھے اور صرف التحیات پڑھ کر ہی کھڑا ہو جائے تو یہ بھی جائز ہے جیسا کہ عبد اللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہ نے التحیات (عبدہ ورسولہ تک) سکھا کر فرمایا: ”پھر اگر نماز کے درمیان (یعنی اول تشہد) میں ہو تو (تو)
اٹھ کھڑا ہو جائے“ (مسند احمد: ۲۵۹/۱ ج ۳۳۸۲، وسندہ حسن) =

۴۴: پھر جب آپ ﷺ دو رکعتیں پڑھ کر اٹھتے تو (اٹھتے وقت) تکبیر (اللہ اکبر)

کہتے * اور رفع یدین کرتے۔ *

۴۵: تیسری رکعت بھی دوسری رکعت کی طرح پڑھنی چاہئے، الا یہ کہ تیسری اور چوتھی (آخری دونوں) رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنی چاہئے اس کے ساتھ کوئی سورت وغیرہ نہیں ملانی چاہئے جیسا کہ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث سے ثابت ہے۔ *

۴۶: اگر تین رکعتوں والی نماز (مثلاً صلوٰۃ المغرب) ہے تو تیسری رکعت مکمل کرنے کے بعد [دوسری رکعت کی طرح تشہد اور درود پڑھ لیا جائے اور دعا (جس کا ذکر آگے آ رہا ہے) پڑھ کر دونوں طرف] سلام پھیر دیا جائے۔ *

تیسری رکعت میں اگر سلام پھیرا جائے تو تورک کرنا چاہئے دیکھئے فقرہ: ۴۸

۴۷: اگر چار رکعتوں والی نماز ہے تو پھر دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر کھڑا ہو جائے۔ *

۴۸: چوتھی رکعت بھی تیسری رکعت کی طرح پڑھے۔ * آپ ﷺ چوتھی رکعت میں تورک کرتے تھے (صحیح البخاری: ۸۲۸) تورک کا مطلب یہ ہے کہ ”نمازی کا دائیں کولہے کو دائیں پیر پر اس طرح رکھنا کہ وہ کھڑا ہو، اور انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہو، نیز بائیں کولہے کو زمین پر ٹیکنا اور بائیں پیر کو پھیلا کر دائیں طرف نکالنا۔“

(القاموس الوحید ص ۱۸۴۱) نیز دیکھئے فقرہ: ۴۹

چوتھی رکعت مکمل کرنے کے بعد التحیات اور درود پڑھے۔ *

.....

= اگر دوسری رکعت پر سلام پھیرا جا رہا ہے تو تورک کرنا بہتر ہے اور نہ کرنا بھی جائز ہے دیکھئے فقرہ: ۳۴، حاشیہ: ۱۲ * البخاری: ۷۸۹، ۸۰۳، مسلم: ۳۹۲/۲۸ * البخاری: ۷۳۹ ☆ تنبیہ: یہ روایت بالکل صحیح ہے، اس پر بعض محدثین کی جرح مردود ہے، سنن ابی داؤد (۷۳۰ و سندہ صحیح) وغیرہ میں اس کے صحیح شواہد بھی ہیں۔ والحمد للہ * دیکھئے فقرہ: ۱۱، حاشیہ: ۳ * دیکھئے البخاری: ۱۰۹۲ * دیکھئے فقرہ: ۳۳: یعنی صرف سورت فاتحہ ہی پڑھے، تاہم تیسری اور چوتھی رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے علاوہ سورت وغیرہ پڑھنا جائز ہے جیسا کہ صحیح مسلم (۲۵۲) کی حدیث سے ثابت ہے۔ * دیکھئے فقرہ: ۴۱، فقرہ: ۴۲

پھر اس کے بعد جو دعا پسند ہو (عربی زبان میں) پڑھے * چند دعائیں درج ذیل ہیں

جنہیں رسول اللہ ﷺ پڑھتے یا حکم دیتے تھے۔

○ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَالِ ❁

○ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَالِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَمَاتِ ،

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَأْتَمِ وَالْمَغْرَمِ ❁

○ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ ، وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَالِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ❁

○ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ، فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ ، وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ❁

○ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ ، اَنْتَ الْمَقْدِمُ وَاَنْتَ الْمُوَخَّرُ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ ❁

❁ البخاری: ۸۳۵، مسلم: ۴۰۲، اس پر امیر المؤمنین فی الحدیث، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب باندھا ہے: ”باب ما یتخیر من الدعاء بعد التشهد وليس بواجب“ یعنی: تشہد کے بعد جو دعا اختیار کر لی جائے اس کا باب اور یہ دعا واجب نہیں ہے۔ ❁ البخاری: ۱۳۷۷، مسلم: ۵۸۸/۱۳۱، رسول اللہ ﷺ اس دعا کا حکم دیتے تھے (مسلم: ۵۸۸/۱۳۰) لہذا یہ دعا تشہد میں ساری دعاؤں سے بہتر ہے، طاووس (تابعی) سے مروی ہے کہ وہ اس دعا کے بغیر نماز کے اعادے کا حکم دیتے تھے (مسلم: ۵۹۰/۱۳۳)

❁ البخاری: ۸۳۲، مسلم: ۵۸۹ ❁ مسلم: ۵۹۰

❁ البخاری: ۸۳۲، مسلم: ۲۷۰۵ ❁ مسلم: ۷۷۱

۵۰: ان کے علاوہ جو دعائیں ثابت ہیں ان کا پڑھنا جائز اور موجب ثواب ہے مثلاً

آپ ﷺ یہ دعا بکثرت پڑھتے تھے:

”اللَّهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ“ ❁

دعا کے بعد آپ ﷺ دائیں اور بائیں طرف سلام پھیر دیتے تھے۔ ❁

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ ، السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ ❁

۱۵ : اگر امام نماز پڑھا رہا ہو تو جب وہ سلام پھیر دے تو سلام پھیرنا چاہئے، عثمان بن

مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ“

ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی سلام

پھیرا۔ ❁

❁ البخاری: ۲۵۲۲ ❁ مسلم: ۵۸۱، ۵۸۲

❁ ابوداؤد: ۹۹۶، وصوحدیث صحیح، الترمذی: ۲۹۵ وقال: ”حسن صحیح“، التلمیسی: ۱۳۲۰، ابن ماجہ: ۹۱۳، ابن

حبان، الاحسان: ۱۹۸۷

☆ تنبیہ: ابواسحاق الہمدانی نے ”حدثنی علقمة بن قیس والأسود بن یزید و أبو الأحوص“

کہہ کر سماع کی تصریح کر دی ہے، دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/۱۷۷ ح ۲۹۷، لہذا اس روایت پر جرح صحیح نہیں

ہے، ابواسحاق سے یہ روایت سفیان الثوری وغیرہ نے بیان کی ہے والحمد للہ۔ اگر دائیں طرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ

و برکاتہ اور بائیں طرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہیں تو بھی جائز ہے، دیکھئے سنن ابی داؤد (۹۹۷ وسندہ صحیح)

❁ البخاری: ۸۳۸، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پسند کرتے تھے کہ جب امام سلام پھیر لے تو (پھر) مقتدی سلام

پھیریں (بخاری قبل حدیث: ۸۳۸ تعلیقاً) لہذا بہتر یہی ہے کہ امام کے دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد ہی

مقتدی سلام پھیرے، اگر امام کے ساتھ ساتھ، پیچھے پیچھے بھی سلام پھیر لیا جائے تو جائز ہے دیکھئے فتح الباری

(۳۲۳/۲ باب ۱۵۳، یسلم حین یسلم الإمام)

نماز کے بعد: اذکار

۱: عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”كُنْتُ أَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيرِ“ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا اختتام تکبیر (اللہ اکبر) سے پہچان لیتا تھا۔ ❁

ایک روایت میں ہے کہ ”مَا كُنَّا نَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا بِالتَّكْبِيرِ“ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ختم ہونا معلوم نہیں ہوتا تھا مگر تکبیر (اللہ اکبر، سننے) کے ساتھ۔ ❁

۲: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز (پوری کر کے) ختم کرنے کے بعد تین دفعہ استغفار کرتے (استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ) اور فرماتے:

”اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ“ ❁

۳: آپ صلی اللہ علیہ وسلم درج ذیل دعائیں بھی پڑھتے تھے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ ❁

❁ البخاری: ۸۳۲، مسلم: ۸۵۳/۱۲۰، ولفظ: ”كُنَّا نَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيرِ“ امام ابو داؤد نے اس حدیث پر ”باب التَّكْبِيرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ“ کا باب باندھا ہے (قبل ج ۱۰۰۲) لہذا یہ ثابت ہوا کہ (فرض) نماز کے بعد امام اور مقتدیوں کو اونچی آواز سے اللہ اکبر کہنا چاہئے، یہی حکم منفرد کے لئے بھی ہے ”أَنْ رَفَعَ الصَّوْتُ بِالذِّكْرِ“ میں الذکر سے مراد ”التَّكْبِيرِ“ ہی ہے جیسا کہ حدیث البخاری وغیرہ سے ثابت ہے، اصول میں یہ مسلم ہے کہ: ”الْحَدِيثُ يَفْسُرُ بَعْضَهُ بَعْضًا“ یعنی ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر (بیان) کرتی ہیں۔

❁ مسلم: ۵۸۳/۱۲۱ ❁ مسلم: ۵۹۱ ❁ البخاری: ۸۳۳، مسلم: ۵۹۳

اللَّهُمَّ اعْنِي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ❀
 آپ ﷺ نے فرمایا: ” جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس [۳۳] دفعہ تسبیح (سبحان اللہ) تینتیس [۳۳] دفعہ حمد (الحمد للہ) اور تینتیس [۳۳] دفعہ تکبیر (اللہ اکبر) پڑھے اور آخری دفعہ

” لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ “ پڑھے تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ (گناہ) سمندر کے جھاگ کے برابر (یعنی بہت زیادہ) ہوں۔ ❀ تینتیس [۳۳] دفعہ سبحان اللہ، تینتیس [۳۳] دفعہ الحمد للہ، اور چونتیس [۳۴] دفعہ اللہ اکبر کہنا بھی صحیح ہے۔ ❀
 آپ ﷺ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ہر نماز کے بعد معوذات (وہ سورتیں جو قبل اعموذ سے شروع ہوتی ہیں) پڑھیں۔ ❀

ان کے علاوہ جو دعائیں قرآن و حدیث سے ثابت ہیں ان کا پڑھنا افضل ہے، چونکہ نماز اب مکمل ہو چکی ہے لہذا اپنی زبان میں دعا مانگی جاسکتی ہے ❀
 ۴: آپ ﷺ نے فرمایا: مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ ، لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ إِلَّا أَنْ يَمُوتَ ❀
 جس نے ہر فرض نماز کے آخر میں (سلام کے بعد) آیت الکرسی پڑھی، وہ شخص مرتے ہی جنت میں داخل ہو جائے گا۔

❀ ابوداؤد: ۱۵۲۲ و سندہ صحیح، النسائی: ۱۳۰۴ و صحیح ابن خزیمہ: ۵۱۷ و ابن حبان، الاحسان: ۲۰۱۷، ۲۰۱۸ و الجا کم علی شرط الشيخین (۲۷۳/۱) ووافقه الذہبی ❀ مسلم: ۵۹۷ ❀ دیکھئے مسلم: ۵۹۶ ❀ ابوداؤد: ۱۵۲۳ و سندہ حسن، النسائی: ۱۳۳۷ و طرق آخر عند الترمذی: ۲۹۰۳ و قال: ”غریب“ و طریق ابی داؤد: صحیح ابن خزیمہ: ۷۵۵ و ابن حبان، الاحسان: ۲۰۰۱ و الجا کم (۲۵۳/۱) علی شرط مسلم ووافقه الذہبی ❀ نماز کے بعد اجتماعی دعا کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما دعا کرتے تھے اور آخر میں اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے چہرے پر پھیر لیتے تھے (بخاری فی الادب المفرد: ۶۰۹ و سندہ حسن) اس روایت (اثر) کے راویوں محمد بن فضال اور علی بن سلیمان دونوں پر جرح مردود ہے، ان کی حدیث حسن کے درجے سے نہیں گرتی، نیز دیکھئے فقرہ: ۱۵، حاشیہ: ۱۲، ❀ النسائی فی الکبریٰ: ۹۹۲۸ (عمل الیوم واللیلۃ: ۱۰۰ و سندہ حسن، و کتاب الصلوٰۃ لابن حبان (اتحاف المبرۃ لابن حجر: ۶/۲۵۹، ۶/۲۸۰)

اطراف

ط	أحد أحد
ع ط	إذا أقيمت الصلوة فكبر
ط	إذا أقيمت الصلوة فلا صلوة
ح م	إذا خرج ثلاثه أميال
ط	إذا رأى النبي ﷺ يصلي
م م	إذا سافرنا تسعة عشر قصرنا
ط	إذا سجد أحدكم فلا يبرك
ح	إذا سجد في تلاوة في الصلوة
م لا	إذا صلى كبر ورفع يديه
ط	إذا قرأ فأنصتوا
ع م	إذا قمت إلى الصلوة فكبر
لا ط	أرجو أن لا يضيق ذلك
ط	أسفروا بالفجر
لا	أشهدوا أن لا إله إلا الله
ع ع ط	أعوذ بالله من الشيطان الرجيم
م م	أقام النبي ﷺ تسعة وعشر
م لا	ألا أعطيك
ع	الله أكبر الله أكبر

ط	اللهم أعني على ذكرك وشكرك
لاط	اللهم اغفر لي ذنبي ووسع لي
حط	اللهم اغفر لي ذنبي كله
ظ	اللهم اغفر لي ما قدمت
لاجظ	اللهم إني أعوذ بك من عذاب جهنم
م	اللهم إنا نستعينك
م	اللهم اهدني فيمن هديت
هم	اللهم باعديني
لاط	اللهم ربنا آتنا في الدنيا حسنة
لاط	اللهم ربنا لك الحمد
ط	اللهم صلي على محمد
ط	اللهم لك ركعت وبك آمنت
حط	اللهم لك سجدت وبك آمنت
ظ	أمر بلال أن يشفع الأذان
ظ	أمرهم أن يمسحوا على العصائب
طح	أمني جبريل عند البيت مرتين
كا	إن بلالاً كان يثني الأذان
هم	أن رسول الله ﷺ أمر بلالاً
هم	إن رفع الصوت بالذكر
مح	أن النبي ﷺ بهم في كسوف الشمس
ط	أنزلت علي أنفاً سورة
ط	إنما الأعمال بالنيات

ط	أنه رأى عثمان بن عفان دعاباً
ملا	أنه رأى مالك بن الحويرث إذا صلى كبر
مج	أنه صلى أربع ركعات في ركعتين
لا	أنه صلى خلف رسول الله ﷺ فجهر بآمين
طر	أنهم تسحروا مع النبي ﷺ
لاط	أهل الثناء والمجد
ظ	بعث رسول الله ﷺ سريةً
ح ط	بين ابن فارس و فليح مفارة
ط	التحيات لله والصلوات
لام	التكبير في الفطر سبع في الأولى
ط	تلك صلوة المنافق
ط	ثم ركع فجعل يقول
ط	ثم صلى لنا ركعتين
ح	ثم قبض قبضة من الماء
ط	ثم كانت صلوته بعد ذلك التغليس
ط	ثم ليتخير من الدعاء
مج	ثم يصلي ثلاثاً
م ط	حتى إذا كانت السجدة التي فيها التسليم
ط	حتى مات ولم يعد إلى أن يسفر
ح	الحديث يفسر بعضه بعضاً
لا لاط	الحمد لله رب العالمين
لا لا	حمدني عبدي

هدية المسلمين 127

ظ	خرج النبي ﷺ يستسقي
م	خرجنا حتى قدمنا على النبي ﷺ
م م	خرجنا مع النبي ﷺ في غزوة تبوك
م ج	رأيت ابن عمر و ابن الزبير يدعوان
م ط	رأيت علياً بال ثم توضأ
ظ	رب اغفر لي رب اغفر لي
لا ط	ربنا لك الحمد
ط	سألت رسول الله ﷺ أي العمل أفضل؟
ج ط	سبحان ربي الأعلى
ط	سبحان ربي العظيم
لا	سبحان الله والحمد لله
ط	سبحانك اللهم ربنا وبحمدك
ج ط	سبحانك اللهم وبحمدك
ط	سبحانك اللهم وبحمدك
لا ج	السلام عليك أيها النبي ﷺ
لا ط	السلام عليكم ورحمة الله
ط	السلام يعني على النبي ﷺ
لا ط	سمع الله لمن حمده
لا ط	سمعت أبا هريرة يرفع صوته باللهم ربنا
ط	سمعت رسول الله ﷺ يقول
ع لا	السنة في الصلوة على الجنابة
ع	صليت خلف ابن عباس

هدية المسلمين

128

ع لا	صليت خلف عمر فجهر بيسم الله
لا ط	صلينا مع النبي ﷺ فسلمنا
ط ج ط	صلوا كما رأيتموني أصلي
ع ط	﴿فإذا قرأت القرآن فاستعذ بالله﴾
ج	فإذا نسي أحدكم فليسجد
لا ط	﴿فاقرؤا ما تيسر من القرآن﴾
م	فلا صلوة لفرد خلف الصف
ع ط	فليس بفرض
ج	فنهى أن يصلى في المسجد
لا	قال كثير من أهل العلم إحدى عشرة ركعة
ط	قلت كم بينهما؟
ج ج	كان رسول الله ﷺ إذا قعد يدعو
ط م	كان رسول الله ﷺ يصلي فيما بين أن يفرغ
ج	كان رسول الله ﷺ يفصل بين الشفع والوتر
هـ	كان رسول الله يقرأ في الفجر يوم الجمعة
ط	كل صلوة لا يقرأ فيها بفاتحة الكتاب
ط لا	كنا إذا صلينا خلف رسول الله ﷺ
ط لا	كنت أعرف انقضاء صلوة النبي ﷺ
لا	لا تفعلوا إلا بأمر القرآن
ج ط	لا صلوة لمن لم يضع أنفه
لا ج ط	لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب
لا ج	لا قراءة مع الإمام

ط لا	لا يصلي أحدكم في الثوب الواحد
ح	لا يفصل بينهن
ظ	ليس في الإستسقاء صلوة مسنونة
ع م	ما صليت ولو مت مت على غير الفطرة
هـ	ما كنا نعرف انقضاء صلوة رسول الله <small>صلى الله عليه وسلم</small>
ح م	ما من عبد مسلم يصلي لله
هـ	من توضأ و مسح بيديه على عنقه
لاح	من صلى وراء الإمام
ح ط	من قرأ آية الكرسي
ط	﴿وإذا قرئ القرآن﴾
ح	﴿واركعوا مع الراكعين﴾
ع لا	وأما قول الصحابي: من السنة
ط	وأما المدلسون الذين هم ثقات
ح	الوتر حق على كل مسلم
ح	الوتر ركعة من آخر الليل
ط	وخفض بها صوته
ع	وسطوا الإمام
ح	والصواب أن يسلم تسليمة واحدة
ط م	وعنه أنه رجع إلى قولهما
هـ	وفيه عبدالرحمن بن إسحاق
م ط	وقعد متوركا على شقه الأيسر
لاح لا	ولا حجة في قول الصحابي

- ط ولا يحر كها
لا ولا يقبل من حديث حماد إلا
م ط ولأن الصحابة رضى الله عنهم مسحوا على الجوارب
ظ ومسح على الجوربين علي بن أبي طالب
ع وهم قعود
ح ط هذا إن شاء الله حديث صحيح
لا هل تقرؤن معي؟
م لا يا عباس! يا عماء
ط يحر كها
ح يسلم بين كل ركعتين
لا يضع هذه على صدره
ظ يطفؤن من السنة ويعملون بالبدعة
ط لا يكثر القناع



رجال

۶۹	ابان بن ابی عیاش
۱۰۴، ۷۵، ۷۴، ۶۷، ۵۰، ۴۱، ۲۰، ۱۷	احمد بن حنبل
۳۳	احمد رضا بریلوی
۵۹	ارشاد الحق اثری
۲۸	اسامہ بن زید اللیثی
۲۰، ۱۹	اسحاق بن راہویہ
۷۵	اسحاق بن منصور
۱۱۴	اسود بن یزید
۵۵، ۴۹، ۱۶	الیاس فیصل
۴۸	امین اوکاڑوی
۸۰، ۷۶، ۳۵، ۲۹، ۲۷، ۲۳، ۱۸، ۱۷	انس بن مالک
۷۳، ۷۲، ۶۷	انور شاہ کشمیری
۵۱، ۱۲	ابن تیمیہ
۲۵	ابن الجارود
۱۰۷، ۶۳، ۵۱، ۳۴، ۲۸، ۲۵	ابن حبان
۴۶، ۱۶، ۱۴	ابن حجر عسقلانی
۷۶، ۷۵	ابن حزم
۶۳، ۵۱، ۳۴، ۲۸، ۲۵	ابن خزیمہ

٦٣،٢٥	ابن عبدالبر
٣٥	ابن فرح الاشبيلي
٢٠	ابن قتيبه
١٩،١٨	ابن قدامه
٤٥	ابن القطان
٥١،١٢	ابن القيم
٤٩،٥٠	ابن معين
٤٥،١٩،١٨	ابن المنذر
٢٠	ابو احمد
١٠٤،٤١،٦٣	ابو اسحاق
١١٢	ابو اسحاق الهمداني
٩٣،١٨،١٤	ابو امامه
٨٢	ابو بكر آجري
٢٤	ابو بكر الصديق
٤٣،٢٥	ابو بكر بن العربي
٥٠	ابو بكر بن عياش
٨٩	ابو بكره
٨٢	ابو الحسن المقدسي
١٦،١٥	ابو الحسين بن فارس
١٢١،٩٤،٥١	ابو حميد الساعدي
٩١،٨٢،٤٩،٤٨،٦٣،٢٠،١١	ابو حنيفة
١١٥،٨٢،١٤	ابو داود

٤٥	ابوعائشة
٤٣	ابوالعباس قرطبي
١٠٥، ٢٨	ابوقلابه
١٢	ابوجابر
٣٠	ابومحزوره
١٤	ابومسعود
٦٠	ابومعمر
٨٠، ١٢	ابوموسى
٥٨	ابونعيم وهب بن كيسان
١٠٢، ٩٠، ٤٢، ٦٢، ٦٢، ٢٢، ٣٨، ٣٤، ٣٢، ٢٢	ابوهريه
٩١، ١٩	ابويوسف
٦٠	ام حبيب
٨٩	امه الواحد
١٩، ١٤	براء بن عازب
٥٠	بدرالدين عيني
٢٥	بغوى
٣٠	بلال
٤٥	بيهقي
٢٠	ترمذى
٢٩، ٢٠	تقى عثمانى
٤٣	تميم الدارى
١٤	ثوبان

۴۹	جابر بن سمره
۴۵	جابر بن عبد اللہ
۲۵	جبریل
۱۸	جعفر بن عون
۱۰۷، ۶۳، ۴۴، ۲۸، ۲۱، ۱۷	حاکم
۱۰۵، ۱۰۱، ۶۹	حسن بصری
۷۰	حسن بن علی
۹۰	حذیفہ
۶۹	حفص بن سلیمان القاری
۷۱	حکم بن عتیبہ
۷۹، ۷۸، ۷۱، ۳۰	حماد بن ابی سلیمان
۱۳	حمران مولی عثمان
۴۰	خالد بن مخلد
۹۹	خالد بن یزید
۲۸	خطابی
۷۵، ۶۷	خلیل احمد
۸۷	خواجہ محمد قاسم
۴۴	دارقطنی
۴۰	ذری بن عبد اللہ
۷۵، ۶۳، ۴۴، ۳۹، ۲۱، ۱۷	ذہبی
۵۶	رشید احمد گنگوہی
۱۰۲	زہری

هدية المسلمين

135

٢٥، ٢٤	زيد بن ثابت
٢٨، ٢١	سرفراز خان صفدر
٨٠	سعد
٩٩	سعید بن ابی ہلال
٦١، ١٩	سعید بن جبیر
٣٥	سعید بن زری
٢٠	سعید بن عبد الرحمن
١١٢، ١٠٤، ٤١، ٥٢، ٢٨، ٣٠، ٢٠	سفیان الثوری
٥٩	سليمان بن الحسن العطار
١٠٤	سليمان بن مهران: عمش
١٠١	سمره بن جندب
٢٢	سويد بن غفله
٣٢	سهل بن سعد
٦٤، ٢٠	شافعی
١٠٥	شريك بن عبد الله القاضي
٤٦، ٢٦، ٣٠	شعبه
١٦	شوکانی
١٠٤	صلد بن زفر
١١٣	طاوس
٩٢	طلحہ بن عبد اللہ
١٠٤	طلحہ بن یزید
٦٣، ٢٥	ظفر احمد تھانوی

۵۶	عاشق الہی
۸۵، ۷۲، ۷۷	عائشہ رضی اللہ عنہا
۴۴، ۴۱	عبادہ بن الصامت
۸۲، ۱۳	عبداللہ بن زید
۱۱۶، ۵۸، ۵۶، ۴۶، ۳۹	عبداللہ بن زبیر
۷۸، ۷۷، ۷۴، ۶۷، ۳۹، ۲۵، ۱۷، ۱۵	عبداللہ بن عباس
۱۱۵، ۹۲، ۸۳، ۸۰	
۶۸، ۶۷، ۶۶، ۵۸، ۵۰، ۴۵، ۱۵	عبداللہ بن عمر
۱۰۵، ۹۳، ۸۱، ۷۸، ۷۶، ۷۵	
۱۱۶، ۱۱۴، ۱۰۹، ۱۰۷	
۱۹	عبداللہ غازی پوری
۷۴	عبداللہ بن عمرو
۲۰	عبداللہ بن المبارک
۶۳، ۵۴، ۵۳، ۵۲، ۲۱	عبداللہ بن مسعود
۱۱۱، ۸۶، ۷۷	
۳۹	عبدالرحمن بن ابزی
۴۰، ۳۵	عبدالرحمن بن اسحاق الکوفی
۱۰۴	عبدالرحمن بن ہرمز
۹۷، ۵۱	عبدالحمید بن جعفر
۲۴	عبدالحمیٰ لکھنوی
۱۳	عثمان بن عفان
۱۹	عطاء بن ابی رباح

هدية المسلمين

۱۱۶، ۷۵	عقبة بن عامر
۱۹	عقبة بن عمرو
۱۱۴	علقمة
۴۹، ۱۸، ۱۷	علي بن ابي طالب
۸۸	علي بن شيبان
۷۴	علي بن المديني
۶۱	عمر بن ابي شعثم
۳۹، ۳۷، ۲۷، ۲۵، ۱۷، ۱۱	عمر بن خطاب
۷۶، ۷۳، ۷۰، ۴۴، ۴۰	
۱۸، ۱۷	عمرو بن حريث
۵۲	عيسى بن عبد الله
۱۱۶، ۱۰۲، ۵۸، ۱۶، ۱۵	فليح بن سليمان
۳۶	قاسم بن قطلوبغا
۶۹، ۶۸، ۶۳، ۲۷	قناده
۶۲	قيس بن قهد
۹۳	كاساني
۵۵	كعب بن عجرة
۷۳، ۶۷	مالك الامام
۵۲، ۵۱، ۴۹، ۴۸	مالك بن الحويرث
۷۸	مجاهد
۱۱۳، ۷۴، ۵۸، ۵۱	محمد بن اسماعيل البخاري
۹۳	محمد بن ابراهيم الحلي

هدية المسلمين

٤٩،٤٨،١٩	محمد بن الحسن الشيباني
١٠٥	محمد بن سيرين
١٨	محمد بن عبد الوهاب
١١٠	محمد بن عجلان
٩٤	محمد بن عمرو بن عطاء
١١٦،٥٨	محمد بن فليح
٢٦	محمد بن يزيد اليمامي
٩١،٢٩	محمود الحسن ديوبندي
٨٠	معاذ بن جبل
١٠١	معاوية بن ابي سفيان
٣٠	معمر
٤٥	مكحول
٤١	منصور
٤٨	موسى بن مسلم
١٠٢	ميون بن مهران
٤٢،١٨،١٥	نافع
٢٠،١٩	نذير حسين محدث دهلوي
٤٢،٣٥،٢٥	نووي
٣٥،٢٥	نيموي حنفي
٨٩،٨٨	وابصه بن معبد
١٠٠،٢٦	وائل بن حجر
١٨	وليد بن سرج

هدية المسلمين

139

٣٠	هشام الدستوائى
٤٣، ٥٨، ٣٠	بشمى
٨٩	تجى بن بشير
٤٦	تجى بن يزيد
٣٢	يزيد بن ابان الرقاشى
٢٦	يزيد بن عبد الرحمن
١٨	يزيد بن مردانبه
٦٩	يزيد بن يعفر

